بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمالِ و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

ستمبر ۱۹۷۰ء

الفرقان

قائد اعظم مرحوم احمدیوں کو مسلمان مانتے تھے

مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے جناب قائد اعظم محمد علی جناح نے گورنمنٹ آف انڈیا کے کامرس ممبر جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کے متعلق فرمایا :

”میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں **وہ مسلمان ہیں** اور یوں کہنا چاہیئے کہ میں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں ۔ مختلف حلقوں نے ان کو جو مبارکباد دی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں،،

(کتاب ”ہماری قومی جدوجہد،، ۔ مصنفہ عاشق حسین بٹالوی صفحہ ۶ ۔)

فضل عمر درس القرآن کلاس

جماعت احمدیہ میں قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کو زیادہ زور سے جاری کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم سے ہر سال ایک ماہ کے لئے ایک کلاس جاری کی جاتی ہے اس سال یہ کلاس ماہ اگست میں منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ پاروں کا درس دیا گیا احادیث نبویہ پڑھائی گئیں۔ علم کلام و فقہ کے علاوہ عربی اسباق بھی دیئے گئے۔ اس کلاس میں مختلف جماعتوں سے کم و بیش ۲۹۷ طلبا اور ۳۰۵ طالبات شریک ہوتے رہے۔ مسجد مبارک میں پردہ کا انتظام تھا لاؤڈ سپیکر بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کلاس بہت کامیاب رہی۔ الحمدللہ۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم اگست کو افتتاح فرمایا دوسرے روز طلبہ کی تکریم کے طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انہیں عصرانہ دیا۔ ۳۰ اگست کو الوداعی تقریب میں حضور نے انعامات تقسیم فرمائے۔

عصرانہ میں حضور کے تشریف لانے کا منظر
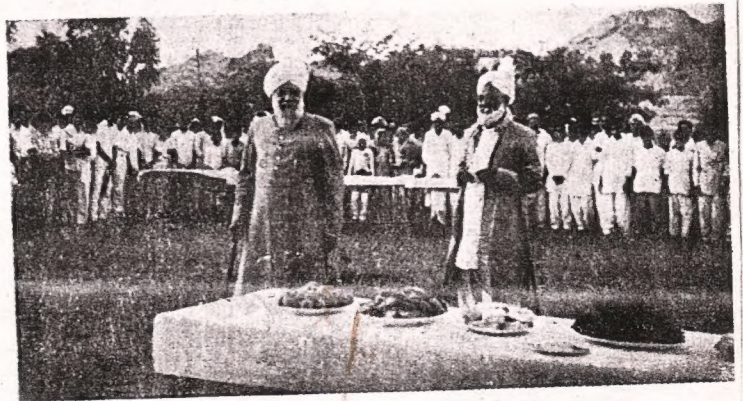
طلبہ قطار اندر قطار کھڑے ہیں حضور خاکسار ابوالعطاء سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۰ شمارہ ۹

ماہنامہ الفرقان ربوہ
ستمبر ۱۹۷۰ء

رجب ۱۳۹۰ ہجری قمری
تبوک ۱۳۴۹ ہجری شمسی

تبلیغی و تربیتی مجلہ
الفرقان

ضروری اعلان

ماہِ ستمبر سے رسالہ کا سالانہ چندہ
پاکستان ۔۔۔۔۔۔ سات روپے
بیرونی ممالک ۔۔۔۔۔ گیارہ روپے
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک } چوبیس روپے
قیمت فی نسخہ ۔ ستر پیسے

ادارۂ تحریر

مدیر مسئول :۔ ابوالعطاء جالندھری
نائبین :۔
(۱) دوست محمد شاہد مولوی فاضل مورخ احمدیت
(۲) عطاء المجیب راشد ایم ۔ اے مبلغ انگلستان

الفہرست

(طابع و ناشر ۔ ابوالعطاء جالندھری ۔ مطبع ۔ ضیاء الاسلام [illegible])

اداریہ

احمدی یقیناً مسلمان ہیں

قائدِ اعظم مرحوم کا واضح اعلان

۱۹۳۹ء کی بات ہے محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب (اطال اللہ بقاءہٗ) حکومت ہند کے کامرس ممبر تھے۔ محترم جناب قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر تھے۔ کامرس ممبر نے مسٹر جناح کی ۱۹۳۶ء کی تحریک کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء کو ہندوستان و برطانیہ میں نئے تجارتی معاہدے کا مسودہ مرکزی اسمبلی کے ایوان میں منظوری کے لئے پیش کیا۔ جناب عاشق حسین بٹالوی اپنی مشہور کتاب "ہماری قومی جدوجہد" میں لکھتے ہیں:-

"اس مسودے پر ایوان میں دو روز بڑی زوردار بحث ہوئی۔ جس میں کامرس ممبر کے علاوہ تقریباً ایوان کے تمام قابلِ ذکر ارکان نے حصہ لیا۔ یہ بڑی پُرلطف بحث تھی۔ سیاسی ذوق رکھنے والے اصحاب سے میری درخواست ہے کہ اگر انہیں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کی ۱۹۳۹ء کی کارروائی کی مطبوعہ رپورٹ حاصل ہو سکے تو ضرور اس بحث کا مطالعہ کریں۔ بھولا بھائی ڈیسائی، اکھل چندر دت، ستیہ مورتی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، سر عبد الحلیم غزنوی، مسٹر جناح، ایم این جوشی، منو صوبیدار، سر عبد اللہ ہارون، سر ہنری گڈنی، سر ابراہیم رحمت اللہ، سر کاؤس جی جہانگیر، سینت سنگھ، سر ہومی مودی، سر رضا علی، اے ایکن، ایف ای جیمز، ایم ایس اینے، بی داس، محمد نعمان وغیرہ اس وقت ایوان کے نمایاں اور مشہور ممبر تھے۔ انہوں نے اس بحث میں شرکت کی اور اپنا اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔"

(ہماری قومی جدوجہد ص)

جناب قائدِ اعظم مسٹر جناح نے اپنی تقریر کے آغاز میں بڑے فخر کے ساتھ بے ساختہ فرمایا:-

"Before I Proceed further, I wish to Record My Sense of appreciation - and if I May say so, Coming from my Party - to the Honourable Sir

Muhammad Zafrullah Khan who is a Muslim and it may be said that I am flattering my own son. But I must endorse fully the congratulations he has received from various quarters.

(سرکاری رپورٹ مباحثات لیجسلیٹو اسمبلی جلد ۳ صفحہ ۲۹۸ سنہ ۱۹۳۹ء)

اس کا ترجمہ مشہور مؤرخ جناب عاشق حسین بٹالوی کے الفاظ میں پڑھیئے:-

"اس موضوع پر مزید کچھ کہنے سے قبل میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ میں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں مختلف حلقوں نے ان کو جو مبارکباد دی ہے میں اسکی تائید کرتا ہوں۔" (ہماری قومی جدوجہد صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ سنہ ۱۹۶۸ء)

اس اقتباس سے عیاں ہے کہ حضرت قائداعظم کے نزدیک احمدیوں کا مسلمان ہونا ایک بدیہی حقیقت اور ادنیٰ تردد کے بغیر مانی جانے والی صداقت تھی بحضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا احمدی ہونا آفتاب نصف النہار کی طرح واضح تھا۔ سب لوگ اسے جانتے تھے۔ اسکے باوجود جناب قائداعظم کا کھلے بندوں ان کی تعریف کرتے ہوئے علی الاعلان فرمانا کہ

"وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہیئے کہ میں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں"

ایک واضح فتویٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں سبھی علماء، مشائخ، مولوی اور مسلمان سیاسی مدبر موجود تھے مگر قائداعظم کے ارشاد کے خلاف ایک آواز بھی ہندوستان بھر میں نہ اٹھی تھی۔

پاکستان بننے کے بعد مولوی عبدالحامد بدایونی نے احمدیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کرنی چاہی تو حضرت قائداعظم مرحوم نے آگے بڑھ کر اس قرارداد کو پیش ہونے سے روک دیا اور کسی ایک شخص کو آپ کے سامنے چون وچرا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پس ظاہر و باہر ہے کہ قائداعظم کے نزدیک احمدی یقیناً مسلمان تھے۔ وہ انہیں قابلِ فخر مسلمان سمجھتے تھے۔ آج اس مملکت پاکستان میں جس کے بانی قائداعظم مرحوم تھے اگر کوئی لیڈر یا کوئی بھی قائداعظم کے اس واضح مسلک کی تردید کرتا ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ خود اس مملکت کی حفاظت فرمائے۔ اللّٰھم آمین یارب العالمین۔

جماعت احمدیہ اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے

علامہ اقبال کا مستند بیان

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سنہ ۱۹۱۰ء میں علیگڑھ کالج میں ایک فاضلانہ لیکچر انگریزی زبان میں دیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور نے کیا۔ اور یہ ترجمہ ایک خاص جلسہ کر کے مئی سنہ ۱۹۱۱ء میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں سنایا گیا۔ اس جلسہ میں خود علامہ اقبال بھی موجود تھے۔

بعد ازاں یہ لیکچر انجمن معین الاسلام موچی دروازہ لاہور کے سیکرٹری صاحب نے "ملتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر" کے عنوان سے شائع فرمایا۔ اس اہم لیکچر میں علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

"ہندوستان میں مسلمانوں کی عمرانی رفتار کو بہ نگاہِ غور دیکھنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو قوم کے اخلاقی تجربہ کے مختلف خطوط کا نقطۂ اتصال ہے۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔" (ملتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۱۷-۱۸)

علامہ اقبال کا بیان بالکل واضح ہے۔ ان کے نزدیک ہندوستان میں اس وقت اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اگر کہیں موجود تھا تو وہ جماعت احمدیہ تھی جسے لوگ "فرقۂ قادیانی" کہتے تھے۔

پس ظاہر ہے کہ علامہ اقبال کے نزدیک بھی جماعت احمدیہ پکے اور خالص مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اس واضح بیان کے بعد اگر سیاسی اختلافات اور احراری اثرات کے ماتحت علامہ سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی تو وہ درخورِ اعتنا نہیں بلکہ قابل درگزر ہے۔ سیاسیات میں اختلاف کی وجہ سے بہت سے لوگ لغزش کھا جاتے ہیں مگر حقائق اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا علامہ اقبال نے اعلان کیا تھا کہ آج کے زمانہ میں جماعت احمدیہ اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے۔

علامہ اقبال انگریزوں کے آلہ کار تھے؟

ہم ذیل میں علامہ اقبال کی دو نظمیں حوالوں کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ پہلی نظم ۱۹۱۱ء میں انہوں نے ہز امپیریل میجسٹی جارج پنجم کے دربارِ تاجپوشی کی یادگار میں لکھی ہے۔ اس نظم میں علامہ نے بادشاہ جارج پنجم کی خاکِ قدم پر اپنا دل نثار کیا ہے۔ دوسری نظم انہوں نے ۱۹۱۸ء میں پہلی جنگِ عظیم کے دوران سر مائیکل اوڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر لکھی تھی۔ اس دوسری نظم میں انہوں نے اپنا سر بطور نذرِ محقر انگریزوں کی حمایت میں پیش کیا ہے۔

قارئین کرام اِن دو نظموں سے لطف اندوز ہوں۔

(۱)

ہمارا تاجدار

بیادگار شاہی دربار تاجپوشی ہز امپیریل میجسٹی جارج پنجم بمقام دہلی

ہمائے اوجِ سعادت ہو آشکار اپنا
کہ تاج پوش ہوُا آج تاجدار اپنا

اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں میں
اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا

اسی سے عہدِ وفا ہندیوں نے باندھا ہے
اسی کے خاکِ قدم پر ہے دل نثار اپنا

(باقیاتِ اقبال ملاحظہ - زمانہ کانپور دربار شاہی نمبر دسمبر ۱۹۱۱ء - مخزن - جنوری ۱۹۱۲ء)

(۲)

اے تاجدارِ خطۂ جنت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند

محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند
تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذرِ محقر قبول ہو

(باقیاتِ اقبال صـ۲۱۶ شائع کردہ آئینہ ادب چوک مینار۔ انارکلی لاہور۔ بار دوم ۱۹۶۶ء)

اب ہم تمام ان مولویوں، ان سیاسی لیڈروں اور ان حقیقت ناشناس ججوں سے جو محض اِس بناء پر کہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے قیامِ امن اور مذہبی آزادی کی وجہ سے انگریزوں کی تعریف کی ہے آپ کو انگریزوں کا آلہ کار کہتے ہیں۔ اسلام کا غدّار ٹھہراتے ہیں ہم ان سب سے پوچھتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ اِن نظموں کے پڑھنے کے بعد "مفکرِ پاکستان" علامہ اقبال مرحوم کو بھی وہ انگریزوں کا آلۂ کار اور اسلام کا غدّار کہتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ +

برادرانہ انتباہ!

بیس ۲۰ دردمند مسلمانوں کا بیان

دس بارہ سال پیشتر جناب ڈسٹرکٹ جج لائلپور کا فیصلہ ایک پمفلٹ کی صورت میں "نوائے پاکستان" کے عنوان سے مکرم چوہدری ضیاء الدین صاحب بہلولپور کی طرف سے شائع ہوا تھا جو لاہور آرٹ پریس لاہور میں طبع ہوا تھا۔ اس پمفلٹ کا دیباچہ "برادرانہ انتباہ" کے عنوان سے بیس دردمند غیر احمدی احباب کے دستخطوں سے چھپا تھا۔ یہ مطبوعہ پمفلٹ ہمیں عزیز مکرم مولوی عبد الکریم خان صاحب فاضل کاٹھ گڑھی نے بھجوایا ہے۔ ہم جناب ڈسٹرکٹ جج لائلپور کے فیصلہ کا مکمل متن الفرقان کی گزشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں۔ اب اہل دل اور پاکستان کے بہی خواہ مسلمانوں کی توجہ کے لئے یہ "برادرانہ انتباہ" شائع کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس پر دھیان دینا پاکستان کی سالمیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ (ایڈیٹر)

برادرانہ انتباہ

مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا

سنہ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں پنجاب میں فسادات کا جو شدید طوفان اٹھا اور جس بے دردی سے مقدس انسانی خون کی ہولی کھیلی گئی وہ ایسی نہیں کہ جسے بہ آسانی بھلایا جا سکے۔ ان فسادات کے عواقب کو جو آخر کار مارشل لاء کی صورت میں ظاہر ہوئے دیکھ کر عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آئندہ ہر ایسی تحریک سے اجتناب کیا جائے گا جس کا نتیجہ مالی اور جانی نقصان ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ چند دنوں سے پھر وہی تخریبی طاقتیں اپنا سر نکال رہی ہیں اور پہلے کی طرح مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانے اور تفرقہ اندازی میں کوشاں ہیں اسلئے ہم از راہ ہمدردی اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ملک میں امن قائم ہونے کے بعد کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے پھر ملک میں فساد پیدا ہو جائے۔

حضرت قائد اعظم مرحوم کی نصیحت کے مطابق ہمیں تمام اُن فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمان سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر ہم علماء کے فتووں

پر چلنے لگیں تو جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی بھی مسلمان نہیں۔ فاضل جج فتووں کے سلسلہ میں یہ ذکر کرکے کہ دیوبندیوں کا فتویٰ (E.X.D.E 13) جس میں اثنا عشری شیعوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے اصلی ہے اور اس کی تصدیق دارالعلوم دیوبند کے دفتر سے ہو چکی ہے۔ لکھتے ہیں:-

"شیعوں کے نزدیک تمام سُنّی کافر ہیں۔ اور اہل قرآن یعنی وہ لوگ جو حدیث کو غیر معتبر سمجھتے ہیں اور واجب التعمیل نہیں مانتے متفقہ طور پر کافر ہیں۔ اور یہی حال آزاد مفکرین کا ہے۔ اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ، سُنّی، دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں۔"

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ بزبان اُردو صفحہ ۲۳۶)

پس ہمیں ان لوگوں کے پیچھے نہ چلنا چاہیئے جو ایک دفعہ ہمیں ہلاکت کے گڑھے میں گرانے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا یعنی وہ ایک دفعہ کے تجربہ کے بعد ہوشیار ہو جاتا ہے اور فتنہ پردازوں کے دھوکہ میں نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم احمدی نہیں ہیں لیکن ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی خیر خواہی اور بہبودی اسی امر میں ہے کہ ہم سب فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمان سمجھیں۔ اور لاہور ہائیکورٹ کے دو فاضل ججوں کی (جن میں سے ایک اس وقت پاکستان کی انتہائی عدالت فیڈرل کورٹ کے چیف جج ہیں) گزشتہ فسادات پنجاب کے متعلق پیش کردہ رپورٹ کا مفاد بھی یہی ہے۔

علاوہ ازیں احمدیوں کے متعلق ڈسٹرکٹ جج لائلپور ۱۹۵۱ء میں نہایت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ صادر فرما چکے ہیں کہ احمدی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔

اس وقت پاکستان انتہائی نازک دور میں سے گزر رہا ہے اور کئی قسم کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے اور اسے انتشار سے بچانے اور اسے مستحکم بنانے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے سب فرقے متحد ہو کر اس کی بہبودی اور ترقی و استحکام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

(۱) (دستخط بحروف انگریزی) ایس۔ ایس حسین
پلیڈر لائل پور۔

(۲) (دستخط) چوہدری فضل کریم نمبردار
چک ۱۶۲ لائل پور

(۳) (دستخط) الحاج چوہدری اللہ داد صاحب چک ۱۳۹ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔

(۴) (دستخط بحروف انگریزی) محمد یوسف خاں چوہدری سابق سب انسپکٹر پولیس چک ۵۳ گ ب لائل پور

(۵) (دستخط) رائے نوشیر خاں سابق وائس چیرمین ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لائلپور۔

(۶) (دستخط بحروف انگریزی) چوہدری محمد اشرف صاحب چیمہ ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری مسلم لیگ ضلع لائل پور۔

(۷) (دستخط بحروف انگریزی) چوہدری نعمت علی ایڈووکیٹ

(۸) (دستخط بحروف انگریزی) محمود احمد چوہدری ایڈووکیٹ لائلپور۔

(۹) (دستخط بحروف انگریزی) محمد شعیب لیڈر لائل پور۔

(۱۰) (دستخط) راجہ غلام احمد خاں بقلم خود (ولد خان بہادر راجہ غلام رسول بیرسٹر مرحوم) چک ۲۲۴ ضلع لائل پور۔ ڈائرکٹر لائلپور جھنگ ٹرانسپورٹ۔

(۱۱) (دستخط) غلام محمد کانس ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔

(۱۲) (دستخط) الحاج عنایت اللہ منیجر سمندری ٹرانسپورٹ کمپنی۔ لائلپور۔

(۱۳) (دستخط) حکیم محمد یسین عمدۃ الحکماء سند یافتہ دہلی جگرانوی حال لائلپور

(۱۴) (دستخط) خان صاحب پیر سید محمد شاہ رئیس جستوکے لائلپور۔

(۱۵) (دستخط) محمد اسحاق چیمہ (سابق ذیلدار) ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ رئیس چک ۲۶۵ رکھ۔

(۱۶) (دستخط) شیخ غلام دستگیر ہوشیارپوری مالک دی نیو لائلپور سمندری ٹرانسپورٹ کمپنی۔

(۱۷) (دستخط) الحاج چوہدری عطاء اللہ نمبردار چک ۱۲۶ رکھ۔ سابق ذیلدار حلقہ سالار والا ضلع لائلپور۔

(۱۸) (دستخط بحروف انگریزی) سید محبوب حسین شاہ آف مہدی آباد۔ پریذیڈنٹ مارکیٹنگ کمیٹی گوجرہ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لائلپور۔

(۱۹) (دستخط) چوہدری سردار خاں چیمہ ساکن چک ۱۲۶ رکھ ضلع لائلپور۔

(۲۰) (دستخط) ہدایت خاں کھرل (سابق سفید پوش) لنڈیا نوالہ ضلع لائلپور۔

(بقیہ شذرات از صفحہ ۱۶)

گنجائش رکھتے ہیں"۔ (اخبار پیغام۔ ۱۰ اگست ۱۹۷۰ء)

الفرقان۔ آپ لوگوں کو تو یہ بات اب معلوم ہوئی ہے ... و مشائخ میں اسلام کی لڑائی جیتنے کی طاقت نہیں ... فرستادہ نے تو پون صدی پیشتر اس کا اعلان فرما دیا تھا اس نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ... دم کی لڑائی جیتنے والی جماعت ...

فرقہ اہلحدیث اور انگریزی حکومت

اہلحدیثوں کے قیصرۂ ہند اور لیفٹیننٹ گورنر کے حضور ایڈریس

تمام اہلحدیث علماء کے لئے فیصلہ کن دعوت !

جج کا فیصلہ

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ جہیس آباد کے سول جج نے کیوں اور کس بناء پر لکھ دیا کہ چونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے انگریزی حکومت کے امن قائم کرنے اور مذہبی آزادی دینے کے باعث اسکی تعریف کی ہے اور اس سے تعاون کرنیکی ہدایت فرمائی ہے اسلئے آپؑ انگریزوں کا آلۂ کار تھے اور انگریزوں نے انہیں مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا کرنے کے لئے مقرر کیا تھا (معاذ اللہ)

ہمیں یقین ہے کہ اگر جج صاحب کے سامنے تمام فرقوں کے علماء اور زعماء مدبرین کے وہ صدہا حوالے ہوتے جن میں سے صرف تین حوالے ہم نے گزشتہ نمبر میں شائع کئے ہیں تو وہ کبھی ایسے ریمارکس نہ دے سکتے۔ بہرحال اب معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

علماء کی طرف سے حکومت انگلشیہ کی تعریف

علماء وغیرہ کے انگریزی [illegible] تائیدی حوالہ جات کے شائع کرنے پر مدیر [illegible] لاہور ہم پر بہت ناراض ہیں۔ چنانچہ ہمارے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ:-

"اخبارات میں شور مچا رہے ہیں کہ بعض علمائے اسلام بھی حکومت انگلشیہ کی تعریف و توصیف کرتے رہے ہیں تو کیا انہیں بھی انگریز کا آلۂ کار کہا جائے گا ؟"

ظاہر ہے کہ اگر "حکومت انگلشیہ کی تعریف و توصیف کرنا" حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو انگریز کا آلۂ کار ثابت کر سکتا ہے تو جب یہی تعریف و توصیف "علماء اسلام" کریں گے تو ان کا بھی انگریزوں کا آلۂ کار ہونا بالبداہت ثابت ہو جائیگا۔ دلیل جہاں پائی جائے گی مدلول کا وہاں متحقق ہونا عقل و منطق کے نزدیک لازمی تقاضا ہے۔ تخلف المدلول عن الدلیل محال ایک مسلّم حقیقت ہے۔

تنظیم اہلحدیث کا بے معنی جواب

آج کے مولوی صاحبان اگر عقل سے کام لیتے تو انہیں ہمارا یہ ناقابل انکار استدلال مان لینا

چاہیئے تھا۔ بصورت دیگر انہیں یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ ان کے بزرگ علماء نے حکومت انگلشیہ کی تعریف و توصیف" نہیں کی تھی مگر مدیر تنظیم اہلحدیث باوجود ادعائے عقل و فراست لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم مانتے ہیں کہ بعض علمائے اسلام نے انگریزی سرکار کی مدح میں چند کلمات لکھے ہیں لیکن وہ نبوت اور مسیحیت کے مدعی نہ تھے۔ ایک نبی کا مقابلہ غیر نبی سے کرنا مرزائیوں کی حماقت ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کی توہین ہے۔"

(تنظیم اہلحدیث لاہور ۸ ستمبر ء ص)

ع۔ برایں عقل و دانش بباید گریست۔ مدیر صاحب کو کس نے بتا دیا کہ ہم ان کے مسلمات کو الزامی طور پر پیش کر کے نبی کا مقابلہ غیر نبی سے کر رہے ہیں جس پر وہ ہمیں "حماقت" اور "توہین" کے طعنے دے رہے ہیں۔ ہم نے کوئی ایسا مقابلہ نہیں کیا۔ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ اگر "حکومت انگلشیہ کی تعریف و توصیف" سے زید انگریز کا آلۂ کار ثابت ہو سکتا ہے تو اسی "تعریف و توصیف" سے بکر کیوں انگریز کا آلۂ کار ثابت نہیں ہوتا؟ اگر یہ تعریف و توصیف" الف کے لئے زہر ہلاہل ہے تو ب کے لئے اسے کیونکر تریاق قرار دیا جا سکتا ہے؟ مدیر تنظیم اگر عقل سے کام لیتے تو وہ فوراً سمجھ جاتے کہ ہم جن مکفرین و مکذبین کے سامنے انکے مسلمہ بزرگ علماء کے حوالے پیش کر رہے ہیں وہ حضرت مرزا صاحب کو نبی، مجدد اور مسیح موعود نہیں مانتے اسلئے مدیر صاحب کا اس کو نبی اور غیر نبی کا مقابلہ قرار دینا محض لاجواب ہو کر اپنے عجز کو سفسطہ میں چھپانے کی کوشش کے مترادف ہے۔

فرقۂ اہلحدیث کے دو ایڈریس

مدیر تنظیم اہلحدیث نے تسلیم کر لیا ہے کہ "بعض علمائے اسلام نے انگریزی سرکار کی مدح میں چند کلمات لکھے ہیں"۔ ہم چاہتے ہیں کہ شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی اور اہل قرآن علماء کو نظر انداز کرتے ہوئے اہل حدیثوں کے سامنے صرف اہلحدیث علماء کے حوالے پیش کریں۔ لیجئے معزز قارئین آپ بھی ان "چند کلمات" کے نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ نمونے "بعض علماء" کے نہیں بلکہ کل اہلحدیثوں کے ہیں، بلکہ کل مسلمانوں کے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال وغیرہم کے انفرادی و اجتماعی حوالوں میں سے متعدد حوالے ماہ اگست ء کے الفرقان میں شائع ہو چکے ہیں۔ آج ہم فرقۂ اہلحدیث کے صرف دو ایڈریس حرف بحرف شائع کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(۱)

"ایڈریس گروہ مسلمانان اہلحدیث

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن

وقیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا۔

(۱) ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کُل اشخاص کی طرف سے حضور بالا کی خدمتِ عالی میں جشنِ جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں

(۲) برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی۔ اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اُٹھتی ہوگی۔ مگر خاص کر فرقہ اہلِ اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے اس اظہارِ مسرت اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے علی الخصوص گروہ اہلحدیث منجملہ اہلِ اسلام اس اظہارِ مسرت وعقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے از انجملہ ایک بے بہا نعمتِ مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

(۳) وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے زور سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور بالا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶)

(۲)

"ایڈریس

منجانب فرقہ اہلحدیث و ممبرانِ دیگر فرقہائے اہل اسلام
بحضور سر چارلس امفرسٹن ایچیسن صاحب بہادر
کے سی۔ ایس۔ آئی سی۔ آئی۔ ای۔ ایل ایل۔ ڈی۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب وغیرہ

(۱) ہم ممبران فرقہ اہلحدیث و دیگر فرقہائے اہل اسلام حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقع پر (جبکہ حضور اس صوبہ سے رخصت ہوتے ہیں) کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات و مربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

(۲) حضور والا کی شاہانہ عنایات و مربیانہ توجہات ابتدائے رونق افروزیٔ ہندوستان سے اس عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر بارانِ رحمت یا موجزن دریاءِ موہبت کہا جائے تو بیجا نہیں ہے۔

(۳) ملک پنجاب پر حضور والا کا یہ احسان تمام آئندہ نسلوں پر یادگار رہے گا کہ حضور نے یونیورسٹی کا وہ علمی پودہ جو مبارک ہاتھوں سے لگایا تھا ایسا سرسبز و شاداب کیا کہ آج اس کے فوائد سے تمام اہلِ پنجاب مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں اور آئندہ ان کو فائدہ پہنچنے کی اور بہت سی امیدیں ہیں۔

(۴) حضور والا نے پنجاب میں معزز جوڈیشل عہدوں پر دیسیوں کو مامور و معزز فرمایا۔ جن کے حصول کی عزت اس سے پہلے اس صوبہ میں کبھی دیسیوں کو حاصل نہ ہوئی تھی۔

(۵) پنجاب میں لوکل گورنمنٹ کا اجرا بھی حضور کی معاونت و مشاورت سے ہوا ہے۔

(۶) پنجاب میں چیفز کالج کا قیام و استحکام کا ترعہ بھی حضور ہی کے نام نامی پر روز ازل میں ڈالا گیا تھا کہ اس کا ظہور حضور کے عہد سعادت عہد میں ہوا۔

(۷) پنجاب میں فری لائبریری کو حضور نے قائم کیا جس کے فیض سے غریب نادار بھی (جو مال خرچ نہیں کر سکتے) ویسے ہی کامیاب ہوتے ہیں جیسے کہ امیر مالدار۔

(۸) حضور نے دلیسیوں کو اپنی بارگاہ میں اس فیاضی سے دخل دیا کہ وضیع و شریف سب کو یکساں فیض یاب ہونے اور اپنی عرض حاجات کرنے کا یکساں موقع ملتا رہا۔

(۹) یہ وہ برکاتِ خسروانہ و عنایاتِ شاہانہ حضور ہیں جن سے اس ملک کے تمام باشندے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اور خاص کر اہلِ اسلام پر حضور نے یہ شاہانہ احسان کیا ہے کہ ان کی نازک اور ضعیف حالت پر رحم فرمایا اور ان کو ترقی کی دوڑ میں اپنی ہمعصر اقوام سے بہت پیچھے رہے ہوئے دیکھ کر ہمسریٔ اقران کا سامان بہم پہنچا دیا یعنے غریب مسلمان طالبعلموں کے لئے اعانت و وظائف کا حکم اس صوبہ پنجاب میں نافذ کیا ہے۔ یہ احسان اہلِ اسلام پر ایسا ہوا ہے جو حضور کے کارناموں میں ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی پر یادگار رہے گا۔

(۱۰) یہ احسانِ حضور بھی کچھ کم لائقِ ذکر و قابلِ فخر نہیں ہے بلکہ اس ایڈریس میں خصوصیت کے ساتھ واجب الذکر ہے جو حضور نے مسلمانوں کے ایک گروہ اہلحدیث پر مبذول فرمایا ہے کہ ان کی نسبت ایک ایسے دل آزار لفظ "وہابی" کے استعمال کو جس سے انکی وفاداری و جاں نثاری میں (جو نازک وقتوں پر

ظاہر ہو چکی اور گورنمنٹ کے نزدیک ثابت و مسلّم ہے) ناواقفوں کو شبہ ہوتا تھا بکشادت واستعانت گورنمنٹ ہند مسدود فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ فرمایا۔

(۱۱) ہم اہلِ اسلام عموماً اور فرقہ اہلحدیث خصوصاً حضور کے ان احسانات مربیانہ و عنایات خسروانہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اپنے پُرحسرت دل سے افسوس کرتے ہیں کہ بہت جلد حضور کے ان مربیانہ عنایات سے محروم ہونے والے ہیں۔

(۱۲) ہم باشندگانِ پنجاب خصوصاً اہل اسلام، علی الخصوص اہلحدیث کو جس قدر حضور کی مفارقت کا افسوس ہے اوسکے پورے اور سچے طور پر اظہار کے لئے ہم کافی الفاظ نہیں پاتے لہذا بجائے اس اظہارِ افسوس کے اس ناچیز ایڈریس کے خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوندِ عالم حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین

وطن رفتنت مبارکباد ... روی باز آئی

یہ ایڈریس بذریعہ ڈیپوٹیشن ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر کے حضور میں ۲۴ مارچ ۱۸۸۶ء کو پیش ہو چکا ہے"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۹ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۶)

یہ بیانات مداہنت ہیں یا حقیقت پر مبنی؟

اب سوال صرف یہ ہے کہ اہلحدیثوں نے ان ایڈریسوں میں جو کچھ تحریر کیا ہے کیا وہ ازراہِ نفاق و مداہنت تھا یا حقیقت پر مبنی تھا؟ اگر یہ بیانات سچے ہیں تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ ان سچے بیانات کے باوجود اہلحدیثوں کو انگریزوں کا آلۂ کار کیوں نہ قرار دیا جائے؟ کیوں نہ سمجھا جائے کہ انگلشیہ حکومت نے ان لوگوں کو مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار کے لئے مقرر کیا تھا؟

فرقۂ اہلحدیث در مدح حکومت انگلشیہ

ان بیانات میں اصاغر و اکابر اہلحدیث کہتے ہیں کہ انگریزی حکومت کی اطاعت اور اس سے عقیدت ان کا مقدس مذہب سکھاتا ہے اور یہ ان کا ایک مذہبی فرض ہے۔ اہلحدیث اس بارے میں دوسرے لوگوں سے چند قدم سبقت رکھنے کے مدعی ہیں اور وہ ان نعمتوں اور برکتوں پر خوش ہیں جو تاج برطانیہ کی حلقہ بگوشی میں ملکِ ہند کو مل رہی ہیں۔ فرقہ اہلحدیث یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ اسے اسلامی سلطنتوں میں وہ آزادی حاصل نہیں جو حکومتِ انگلشیہ نے انہیں

دے رکھی ہے۔ پھر اہلحدیث بڑے جوش سے دُعا مانگتے ہیں کہ انگریزی حکومت کو وسعت اور دوام حاصل ہو۔ وہ انگریز گورنر کے شاہانہ احسان پر شکر گزار ہیں۔ وہ اس وجہ سے انگریزی حکومت کے خاص طور پر وفادار اور جان نثار ہیں کہ حکومت نے وہابی کے لفظ سے انہیں بچا لیا۔ وہ انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے جانے پر اتنے افسردہ ہو جاتے ہیں کہ اس افسوس کے اظہار کے لئے انہیں الفاظ نہیں ملتے۔ آخر کار ان کے دیدار فیض آثار سے متمتع ہونے کے لئے دعائیہ کلمات عرض کرتے ہیں کہ وہ گورنر جنرل بن کر ہندوستان میں آئیں وغیرہ وغیرہ۔

علماءِ اہلحدیث کو فیصلہ کے لئے کھلی دعوت

ہم اہلحدیث علماء کو فیصلہ کے لئے کھلی دعوت دیتے ہیں کہ وہ علماء اہلحدیث کے "چند کلمات" کو جنہیں ہم مجموعی طور پر یکجا کر کے شائع کر دیں گے۔ بغور ملاحظہ فرما کر بتلائیں کہ انہوں نے "حکومتِ انگلشیہ کی تعریف و توصیف" کرنے میں کس پہلو سے کمی کی ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان کے بزرگ علماء نے حکومتِ انگلشیہ کیا اس کے ادنیٰ ادنیٰ گورنر کی "تعریف و توصیف" میں حد کر دی ہے۔ مگر بایں ہمہ آج کے علماء کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ علماء تو اس "تعریف و توصیف" کے باوجود انگریز کے آلۂ کار نہ تھے مگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام انگریزوں کے امن قائم کرنے اور مذہبی آزادی دینے کی تعریف کرنے کی وجہ سے انگریزوں کے آلۂ کار تھے۔

افسوس صد افسوس ؎

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!

ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع کا اب ایک قطعی فیصلہ ہو جائے۔ کیا علماءِ اہلحدیث سنجیدگی سے، بغیر گالی گلوچ، اس فیصلہ کے لئے تیار ہوں گے؟ ✝

ہمارا جرم ہے اِسکے سوا کیا؟

(محترم جناب ڈاکٹر ناصر احمد پروازی)

ڈراتے گی ہمیں موجِ بلا کیا\
"ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا"\
فتاویٰ، فیصلے، ہرزہ سرائی\
کئے ہیں دشمنوں نے وار کیا کیا\
یہ خنجر بار ہا ہم پر چلے ہیں\
ہمیں خوف آئیگا ان سے بھلا کیا!\
زمانے کو بصیرت دے رہے ہیں\
ہمارا جُرم ہے اِسکے سوا کیا؟\
تمہیں ہے آرزو اسکی رضا کی؟\
تمہارے دل میں ہے خوفِ خدا کیا؟\
یہ توہینِ دلِ درد آشنا کیوں؟\
یہ تکفیرِ غلامِ مصطفےٰؐ کیوں؟

شذرات

(۱) عراقی شیعہ عالم کی دانشمندانہ نصیحت

عراق سے آنے والے شیعہ عالم جناب مہدی الحکیم نے ملتان میں دورانِ تقریر کہا کہ :-

"پاکستان اسلام کی آخری پناہ گاہ ہے اور اسلام دشمن طاقتیں اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ اہلِ پاکستان کو اپنے تمام فروعی مسائل بھول جانے چاہئیں اور اسلام کی سربلندی کے لئے تمام فرقوں کو ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر دشمن کی سرکوبی کرنی چاہیئے"

انہوں نے ایک مثال دیتے ہوئے کہا کہ جب ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ ہوئی تھی تو کیا دشمن کے جہازوں نے یہ دیکھا تھا کہ یہ شیعہ کا گھر ہے اس پر بم نہ پھینکو یا یہ وہابیوں کی مسجد ہے اسے کچھ نہ کہو۔ دشمن کی نظر میں آپ سب مسلمان ہیں اور وہ جب کبھی ہم پر حملہ کرتے ہیں تو مسلمانوں کا ملک سمجھ کر حملہ کرتے ہیں اسلئے آپ کو اپنے اختلافات بھول کر بطور مسلمان "بنیان مرصوص" بن کر رہنا چاہیئے"۔ (المنتظر لاہور ۵ ستمبر ۷۶ء صفحہ ۹)

الفرقان ۔ یہ نہایت معقول نصیحت ہے اے کاش کہ اسے گوشِ ہوش سے سنا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ مملکت کے لئے مسلمان کی یہی تعریف ہے اور اسی اساس پر پاکستان قائم ہوا تھا اور اسی پر قائم رہ سکتا ہے۔

(۲) پاکستان تمام فرقوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے

شیعہ مدیر رسالہ معارف اسلام لکھتے ہیں :-

"اللہ کے بندو! ہوش کی دوا کرو۔ پاکستان جو کہ تمام فرقوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے، اس میں فرقہ وارانہ ماحول پیدا نہ کرو۔ تمام مسلمان بھائیوں کی طرح رہیں تو ملک ترقی کر سکتا ہے ورنہ انتشار کبھی ختم نہ ہو گا۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری ان ہی کے سر ہو گی کہ جو متنازعہ مسائل کو ہوا دے کر اکثریت کے زعم میں دوسروں کو دبانا چاہتے ہیں"۔

(رسالہ معارف اسلام لاہور جولائی ۷۶ء صفحہ ۱۲)

الفرقان ۔ جب پاکستان فی الواقع "تمام فرقوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ" ہے تو سُنّیوں یا شیعوں کو یا دونوں کو مل کر یہ ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ باقی دوسرے مسلمانوں کے فرقوں کو محروم کر دیں۔ اکثریت کے زعم میں دوسروں کو غیر مسلم قرار دینے کی کوشش کرنا پاکستان سے غداری ہے۔

(۳) ایک ضروری یادداشت

"اپنی نوٹ بک میں لکھ رکھیئے علماء اور مشائخ کی کسی جماعت میں اسلام کی لڑائی جیتنے کی طاقت نہیں ہاں وہ جماعتِ اسلامی کو گزند پہنچانے کی پوری

(باقی صفحہ ۹ پر)

سیرت المہدی کی روایت

انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی رکھی ہے

"جس طرح اُبلتا ہوا پانی بھی آگ کو بجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے اُسی طرح انسانی فطرت بھی خواہ کتنی ہی آلودہ کیوں نہ ہو جائے گناہوں پر غالب آنے کی طاقت رکھتی ہے۔"

(از جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر ایم۔ اے)

دل و رُوح و نظر پہ طلعتیں برسا رہا ہوں مَیں
مسیح پاک کا اِک قول اُور دُہرا رہا ہوں مَیں
روایت اِس سخن کی حضرت بشیر علیؓ سے ہے
صحابی ہی نہیں بلکہ خدا کے اِک ولی سے ہے
وہ فرماتے ہیں اِک دن ذکر تھا تقویٰ کی راہوں کا
بساطِ ہستیٔ عالم پہ انساں کے گناہوں کا
تھیں زیرِ بحث کچھ آیات انجیلِ قدیمی کی
جو کہتی تھیں کہ فطرت میں گنہ سے امرِ موروثی!
یہ موروثی گنہ ـــــ نوعِ بشر سے ہٹ نہیں سکتا
ہو کیسی بھی ہوا عصیاں کا بادل چھٹ نہیں سکتا
بالفاظِ دگر توبہ بھی ہے اِک کارِ بے معنی
ندامت کے لئے ہے سعیٔ استغفار۔ سب بے معنی
گناہ کا داغ۔ دامانِ بشر سے دھل نہیں سکتا
درِ رحمت ہُوا ہے بند ایسا ـــ کھل نہیں سکتا

---

[1] سیرۃ المہدی حصّہ دوم صفحہ ۔ روایت ۳۰۵

یہ تھی تعلیم انجیلی جہاں کے ناخداؤں کی
پناہیں ڈھونڈتا تھا اک جہاں بن کی قباؤں کی
کوئی پوچھے کہ جب یہ حال ہو اک بزم دوراں کا
تو مستقبل بھلا دنیا میں کیا رہتا ہے۔ ایماں کا
سحاب سرمدیت تھا کہ یا اک نور کا سایہ
مسیح و ہادیٔ دوراں نے یہ ارشاد فرمایا
کہ ذات حق تعالیٰ جب ہے خود تابان و تابندہ
تو پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ فطرت ہو نہ رخشندہ
بدی ہو خلقت فطرت میں ایسا ہو نہیں سکتا
ہو کچھ بھی یہ مشیت کا تقاضا ہو نہیں سکتا
خدائے پاک نے رکھا ہے پاک انساں کی فطرت کو
شعور نیک و بد بخشا ہے اُس نے آدمیت کو
بنے کوئی مجوسی۔ یا یہودی۔ یا کہ نصرانی
پیالے ہیں کئی لیکن سبھی میں ایک ہے پانی
بشر کو فطرت اسلام پر پیدا کیا اُس نے
اور اہل فطرت کو اپنے نام پر پیدا کیا اُس نے
سنو جیسے کہ پانی خواہ کتنا بھی اُبلتا ہو
تمازت کے قیامت آفریں شعلوں سے جلتا ہو
بجھانا آگ کو یہ اسکی خاصیت ہے۔ فطرت ہے
یہی فطرت۔ وجود آدمی کی اک علامت ہے
وہ تائب ہو کے جب جھکتا ہے اُس غفار کے در پر
وہ ذات پاک بن جاتی ہے ستاری کا اک پیکر

پھر اُس کے خانۂ دل میں نہیں ہوتا گماں کوئی
گنہ کے داغ کا باقی نہیں رہتا نشاں کوئی

کلامُ اللہ

انجیل ہے یا قرآن مجید؟

(محترم جناب قریشی کمال یوسف صاحب مبلغ سکنڈے نیویا کے قلم سے)

"کتاب اللہ" اور "کلام اللہ" میں فرق

کسی مذہبی کتاب کے الہامی ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ "کلام اللہ" بھی ہے۔ وحی الٰہی کی تین مندرجہ قسموں میں سے صرف پہلی قسم ہی "کلام اللہ" کہلاتی ہے۔ (الف) اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو معیّن الفاظ میں نبی کے کانوں میں پڑتا ہے اور لفظاً لفظاً ویسے ہی نبی کی زبان پر جاری ہوتا ہے جیسے سورۃ فاتحہ کی آیت الحمد للہ رب العالمین جس طرح اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پڑی ویسے ہی من وعن آنحضرتؐ کی زبان سے جاری ہوئی اور پھر ہم تک پہنچی۔ آنحضرتؐ کی اپنی تفہیم تشریح یا کوئی لفظ اس میں شامل نہیں۔ صرف اسی وحی کو (جس کا نمونہ قرآن مجید ہمارے سامنے موجود ہے) ہم کلام اللہ کہتے ہیں۔ (ب) وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ خواب یا کشف میں اللہ تعالیٰ ایک نظارہ اپنے نبی کو دکھاتا ہے جو عموماً تعبیر طلب ہوتا ہے۔

(ج) تیسری وحی کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی خفی کے ذریعہ جس میں نہ الفاظ ہوتے ہیں نہ نظارہ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مفہوم دل میں ڈالا جاتا اور نبی اپنے الفاظ میں اس تفہیم کو بیان کرتا ہے۔ جس نبی کی کتاب میں تینوں قسموں کی وحی جمع ہو اس کو ہم کتاب اللہ کہتے ہیں۔

اگر آج ہمیں انجیل اسی صورت میں مل جائے جس طرح وہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی تو وہ بوجہ ان تینوں وحیوں کا مجموعہ ہونے کے "کتاب اللہ" تو کہلائے گی مگر "کلام اللہ" نہیں کہلا سکتی۔ "کلام اللہ" صرف قرآن مجید ہی کہلا سکتا ہے دنیا کی اور کوئی الہامی کتاب کلام اللہ نہیں کہلا سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے انجیل یا کسی اور کتاب کو کلام اللہ نہیں کہا۔ بلکہ "کتاب اللہ" کہا اور صرف قرآن مجید کو کلامُ اللہ کہا۔

یہ یاد رہے کہ قرآن مجید نے موجودہ انجیل کو کتاب اللہ نہیں کہا بلکہ اُس انجیل کو کہا ہے جو خدا کے پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس میں خدا کا کلام، آپ کے رؤیا و کشوف اور کلام اللہ کی تفہیم جو آپ کے دل پر القاء ہوتی اور آپ نے اپنے الفاظ میں بیان کی شامل ہیں۔ بہرحال انجیل کو جس صورت میں بھی قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کیا جائے وہ یقیناً "کلام اللہ" نہیں۔ اس وقت زیر بحث موجودہ انجیل ہے جو عہد نامہ جدید کے نام سے ہمارے سامنے ہمیشہ ہی پیش کی جاتی ہے۔

موازنہ انجیل و قرآن

انجیل اور قرآن مجید کے موازنہ کے لئے ہمیں پہلے انجیل کی وہ حیثیت مدنظر رکھنی چاہیئے جو خود عیسائی پیش کرتے ہیں۔ پھر عیسائیوں کے دعاوی کو ہم انجیل کی روشنی میں دیکھیں گے کہ وہ کس حد تک اُن کے موقف کو تائید یا تردید کرتی ہے۔ پھر جہاں وضاحت کے لئے ضروری ہوا وہاں انجیل کے بیان کو ہم توراۃ کے بیان کی روشنی میں غور کریں گے کیونکہ انجیل توراۃ کی تشریح، تکمیل اور تفہیم کے لئے آئی ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں انجیل کی جو حیثیت ہوگی اس کا ہم قرآن مجید سے موازنہ کریں گے۔

انجیل کیا ہے؟ پادری جی۔ ایل ٹھاکرداس کے الفاظ یہ ہیں:

"انجیل خداوند مسیح اور اس کے کلام اور کلام کا نام ہے۔"

(انجیل یا قرآن صفحہ ۹ مطبوعہ ۱۹۱۰ء)

انجیل کی الہامی حیثیت کیا ہے؟ مشہور عیسائی "خواجہ" کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"مسیحی عقیدہ اور انجیل کی تعلیم کے مطابق خدا مضمون القاء کرتا ہے اور ایک پیغام دیتا ہے جسے ملہم خدا کے روح کی ہدایت کے مطابق اپنے الفاظ اور اپنی زبان اور اپنے محاورات میں بیان کرتا ہے اور خدا فقط اسے غلطی و خطا اور افراط و تفریط سے بچائے رکھتا ہے۔"

(موازنہ بائبل و قرآن مصنفہ خواجہ صفحہ ۱۷ مطبوعہ ۱۹۲۹ء)

عیسائیوں کے نزدیک انجیل کی الہامی کیفیت قرآن مجید سے افضل ہے اور اس کی تائید میں جو دلائل وہ پیش کرتے ہیں اب ہم ان کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے نزدیک ان کے موقف کی تائید میں پولوس کا خط جو انہوں نے کرنتھیوں کے نام لکھا پیش کیا جاتا ہے۔ موجودہ عیسائیت کے بانی دراصل پولوس ہی ہیں اسلئے ان کے قول کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے۔ وہ قول یہ ہے:۔

"لیکن ہم پر خدا نے ان کو روح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ کیونکہ روح ساری باتیں بلکہ خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کرلیتا ہے۔ ...... مگر ہم نے نہ دنیا

کی روح بلکہ وہ روح پایا جو خدا کی طرف سے ہے تاکہ ان باتوں کو جانیں جو خدا نے ہمیں عنایت کی ہیں۔ اور ہم ان باتوں کو ان الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حکمت نے ہم کو سکھائے بلکہ ان الفاظ میں جو رُوح نے سکھائے ہیں۔"

(۱۔کرنتھیوں باب ۲ آیت ۱۰۔۱۳)

اس حوالہ سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ عہد نامہ جدید کی تمام کتب لفظاً و معنیً الہامی ہیں اور یہ الہام اس "روح" کی طرف سے ہے جس کی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے ان الفاظ میں پیشگوئی کی تھی:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا۔"

(یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۲۔۱۳)

گویا "سچائی کی رُوح" نے پولوس کو الہام کیا اور اس پر تمام سچائی کھول دی۔

پولوس کے دعویٰ کی تقویت کے لئے پطرس کے دو قول نقل کئے جاتے ہیں:۔

"پولوس نے بھی اس حکمت کے مطابق جو اسے عنایت ہوئی تمہیں یہی لکھا ہے اور اپنے سارے خطوں میں ان باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کا سمجھنا مشکل ہے اور جاہل اور بے قیام لوگ ان کے معنوں کو بھی اور صحیفوں کی طرح کھینچ تان کر اپنے لئے ہلاکت پیدا کرتے ہیں۔" (۲۔پطرس باب ۳۔ آیت ۱۵۔۱۶)

نیز:۔

"نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے۔" (۲۔پطرس باب ۱ آیت ۲۱)

پطرس کے اس حوالہ سے پولوس کے صحائف کے مقام کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ "جاہل اور بے قیام لوگ" اس کی تحریروں کو کھینچ تان کر غلط معنے پیدا کریں گے۔

اب ہم بقول پطرس "کتاب مقدس کی کسی نبوت کی بات کی تاویل کسی کے ذاتی اختیار پر نہیں" (۲۔پطرس باب ۱ آیت ۲۰) انجیل کی روشنی میں ہی پولوس کے قول پر غور کرتے ہیں اور زیر بحث حوالہ کا تجزیہ کرتے ہیں۔

"ہم پر خدا نے ان کو رُوح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ کیونکہ رُوح ساری باتیں بلکہ خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے۔"

(پولوس)

(۱) پولوس کے اس فقرہ میں کوئی ایسا واضح اشارہ نہیں کہ "روح" سے مراد یہاں واقعی وہی سچائی کی

روح" ہے جس کی پیشگوئی [illegible] نے یوحنا کی انجیل میں کی تھی۔ کیونکہ "روح" کا ساری باتوں کے علم ہونے کی طاقت رکھنا اور چیز ہے اور فی الواقعہ روح کا اس علم کو پولوس پر ظاہر کر دینا اور چیز ہے۔ پولوس نے اس فقرہ میں کہیں یہ نہیں کہا کہ "روح" نے فی الواقعہ "تمام سچائی کی راہ" اس کو دکھا دی ہے۔

(۲) پھر یہ کہنا کہ "روح ساری باتیں بلکہ خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے" از خود اتنا مبہم کلام ہے کہ "روحِ حق" کا کلام نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اگر روح خدا کی تہ تک پہنچ سکتی ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ خدا ایک محدود ہستی ہے جس کی تہ تک پہنچا جا سکتا ہے اور اگر یہ ممکن ہے تو پھر روح خدا کی خالق بھی بن سکتی ہے کیونکہ علم کامل سے اس کی تخلیق بھی ہو سکتی ہے حالانکہ حضرت مسیح خود فرماتے ہیں "اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان نہ فرشتے نہ بیٹا مگر باپ ([illegible]س باب ۱۳ آیت ۳۲) گویا یہ فقرہ کہ روح خدا کی تہ کی باتیں جانتا ہے حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے تو پھر اسے روحِ حق سے کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

(۳) پولوس خود اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ روح حق جو سچائی کی تما[illegible] دکھائیگا اس پر نازل نہیں ہوا:-

"ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناقص لیکن جب کامل آئے گا (یعنی "روح حق" جو ابھی تک نہیں آیا۔ راقم) تو ناقص جاتا رہے گا" (یعنی انجیل کو منسوخ کر دیا جائے گا۔ راقم)

نیز:-

"اب ہم کو آئینہ میں دھندلا سا دکھائی دیتا ہے مگر اس وقت روبرو دیکھیں گے۔ میرا علم ناقص ہے مگر اس وقت ایسے طور پر پہچانوں گا جیسے میں پہچانا گیا ہوں" (۱۔ کرنتھیوں باب ۱۳۔ آیت ۱۲)

(۴) "ہم ان باتوں کو ان الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حکمت نے ہم کو سکھائے بلکہ ان الفاظ میں جو روح نے سکھائے (پولوس) ان الفاظ سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ الفاظ بھی الہامی ہیں مگر یہ تصور بھی پولوس کی تحریروں کے خلاف ہے۔ چنانچہ پولوس اقرار کرتا ہے:-

"اور اے بھائیو! میں تم سے اس طرح کلام نہ کر سکا جس طرح روحانیوں سے بلکہ جیسے جسمانیوں سے اور ان سے جو مسیح میں بچے ہیں" (۱۔ کرنتھیوں باب ۳ آیت ۱-۳)

(۵) اس بات کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ پولوس پر "روحِ حق" کا نزول یوحنا میں حضرت مسیح کی پیشگوئی کے مطابق اس وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح نے "روحِ حق" نازل ہونے میں جو چیز روک تھی وہ یہ بتلائی تھی کہ "تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے" اور یہی روک پولوس نے بھی اپنے زمانہ میں تسلیم کی چنانچہ اس ذکر کے بعد کہ وہ روح کے بجائے جسمانی طریق سے باتیں کرنے پر مجبور ہے پولوس لکھتے ہیں:-

"میں نے تمہیں دودھ پلایا اور کھانا نہ کھلایا کیونکہ تم کو اس کی برداشت نہ تھی بلکہ اب بھی برداشت نہیں" (۱-کرنتھیوں باب ۳ آیت ۱-۲)

(۶) پولوس نے جو خط گلتیوں کے نام لکھا اس میں بھی یہ اشارہ موجود ہے کہ "روح حق" کا اس پر نزول نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"جو خوشخبری میں نے سنائی .... یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا" (گلتیوں باب ۱ آیت ۱۱-۱۲)

حالانکہ روحِ حق کے متعلق واضح پیشگوئی ہے کہ وہ "جو کچھ سنے گا" یعنی لفظی وحی ہوگی خواب یا مکاشفہ نہیں ہوگا "وہی کہے گا"۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پولوس پر روحِ حق کا نزول نہیں ہوا اس نے روح (الہام) کے مطابق نہیں بلکہ جسم کے مطابق کلام کیا۔ اس کا علم ناقص، اس کی رؤیت کمزور اور دھندلی۔ اس کا کلام سننے والوں میں صلاحیت اور برداشت نہیں۔ یہ کہ کامل آنیوالا ہے وہ آئے گا تو پہلا کلام منسوخ ہو جائے گا۔

عہد نامہ جدید کا بڑا حصہ پولوس کے صحائف پر مشتمل ہے اور پولوس موجودہ عیسائیت کا بانی ہے اگر اس کے صحائف کا یہ حال ہے تو آپ باقی اناجیل کی الہامی حیثیت کا اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

اناجیل اربعہ کے کلام اللہ ہونے پر ایک نظر

اناجیل اربعہ جو متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے نام سے منسوب ہیں ان کا بھی ہم اسی نظریہ سے مطالعہ کرتے ہیں جس طرح ہم نے پولوس کے صحائف کا کیا ہے۔

عیسائی مُصر ہیں کہ اناجیل اربعہ نہ صرف یہ کہ الہامی ہیں بلکہ قرآن مجید سے افضل ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:-

"یسوع مسیح ابنِ خدا کی خوشخبری کا شروع" (مرقس باب ۱ آیت ۱)

قطع نظر اس سے کہ اس میں مرقس انجیل کا الہامی ہونا کہیں مذکور نہیں یہ آیت خود الہامی ہونے کے دعویٰ کی تردید کر رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود عیسائی اس بات پر متفق نہیں کہ اس آیت میں "ابن خدا" کے الفاظ الہامی ہیں یا الحاقی۔ جب یہ آیت ہی محلِ نزاع ہے تو اس پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

یوحنا کی انجیل کو تو عیسائی خاص طور پر پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ یہ بتاتے ہیں کہ کلام اللہ کی شان انجیل یوحنا میں یوں بیان ہوئی ہے :-

"ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا..... کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال"

(یوحنا باب ۱ آیت ۱ اور ۱۴)

ان آیات میں اناجیل کے کلام اللہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ خدائے متکلم اور اس کی صفت کلام دونوں کو خدا قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو خدا تعالیٰ لامحدود صفات کو خدا کے ساتھ خدا مان کر لاتعداد خداؤں کو ماننا پڑے گا۔ پھر تو سمیع، شفیع، ہادی، خالق خدا کی صفات بھی خدا ہیں۔ کلام کا مجسم ہونا اور مجسم ہو کر خدا کے اکلوتے کے جلال میں شریک ہونا بتاتا ہے کہ صرف خدا کی صفت ہی خدا نہیں بلکہ صفت کے ظل اور آثار بھی خدا ہیں۔ ایسا کلام خدا کے کلام کی شان سے بعید ہے۔ انجیل یوحنا سے کلام اللہ کی شان بیان کرنے کے بعد وہ اس کے الہامی ہونے کی یہ دلیل دیتے ہیں :-

"ایک آدمی یوحنا نام آ موجود ہوا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ یہ گواہی کے لئے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلے سے ایمان لائیں۔ وہ خود تو نور نہ تھا مگر نور کی گواہی دینے آیا تھا۔"

(یوحنا باب ۱ آیت ۶ تا ۸)

اس آیت کے الفاظ "وہ خود تو نور نہ تھا مگر نور کی گواہی دینے آیا تھا" اس کے الہامی ہونے کی تردید کرتا ہے۔ پطرس کی انجیل میں نبیوں کے کلام کے متعلق لکھا ہے :-

"وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔"

(۲۔ پطرس باب ۱ آیت ۱۹)

ایک شخص جو خود ظلمت ہے اس نے نور کی گواہی کیا دینی!! یوحنا اپنی انجیل کے آخیر میں خود لکھتے ہیں :-

"یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے۔ اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کیلئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔"

(یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۴-۲۵)

اس آیت میں یوحنا خود ہی مدعی ہے، خود ہی گواہ اور خود ہی حکم۔ اور جس بات کی وہ گواہی دیتا ہے وہ اس قدر مبالغہ آمیز ہے کہ اپنے دعویٰ کی آپ ہی تردید ہے۔ گویا مسیح کے کام تو وقت اور مکان کے اندر واقع ہوئے مگر اس کا ذکر دونوں

جہانوں کی وسعت میں سما نہیں سکتا۔

متی کے متعلق ہماری نظر سے کوئی ایسا حوالہ نہیں گزرا جس کو عیسائی پیش کرتے ہوں۔ اب ہم لوقا کو لیتے ہیں۔

لوقا واحد انجیل نویس ہے جس کا بیان سامنے عہدنامہ جدید کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کے لئے قطعی یقینی اور واضح دلیل اور ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اتنا واضح ہے کہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ چنانچہ لوقا لکھتے ہیں:-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اسلئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا .... تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔"

(لوقا باب ۱ آیت ۱ تا ۴)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اناجیل انجیل نویسوں کی تحقیق اور ذہنی کاوش کی مرہون منت ہیں کسی الہام کی بناء پر نہیں لکھی گئیں۔

عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی وحی لفظی ہے اور انجیل کی وحی القاء ہے جس کے مفہوم کو انجیل نویسوں نے خود بیان کیا مگر وہ اس بات پر مصر ہیں کہ لفظی وحی پر القاء اور تفہیم یا خواب اور رؤیا کو فضیلت ہے کیونکہ قرآنی وحی وسعت مضامین کو محدود کر دیتی ہے اور پابند کر دیتی ہے اور انسانی عقل کو بیکار کر دیتی ہے۔

کونسی وحی افضل ہے

اہل یہود اور عیسائی حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ عہدنامہ قدیم و جدید کی روشنی میں بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ سے بڑھ کر کوئی نبی نہیں گزرا اور یہ بھی کہ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا کسی اور نبی سے نہیں کیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی وحی دوسرے نبیوں کی وحی سے افضل تھی۔ چنانچہ جب مریم اور ہارون نے حضرت موسیٰؑ کی کوشی عورت کے ساتھ شادی کرنے پر بدگوئی کی اور اپنی نبوت کو بتایا تو اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا:-

"اگر تم میں کوئی نبی ہو تو میں جو خداوند ہوں اسے رؤیا میں دکھائی دوں گا اور خواب میں اس سے باتیں کروں گا۔ پر میرا خادم موسیٰ ایسا نہیں ہے۔ وہ میرے سارے خاندان میں امانتدار ہے۔ میں اس سے معموں میں نہیں بلکہ روبرو اور صریح طور پر باتیں کرتا ہوں اور اسے خداوند کا دیدار بھی نصیب ہوتا ہے۔"

(گنتی باب ۱۲ آیت ۶ تا ۸)

اس حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ خوابوں اور

تمثیلوں کے بجائے صریح کلام کو فضیلت حاصل ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کے انبیاء پر بھی حضرت موسیٰؑ کے کلام کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے:۔

"اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل
میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند
نے رُوبرو باتیں کیں نہیں اُٹھا۔"
(استثناء باب ۳۴ آیت ۱۰)

اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا رُوبرو خدا تعالیٰ سے کلام کرنا انہیں باقی انبیاء سے فضیلت کا باعث ہے۔

اور اس فضیلت کو آنے والے بنی اسمٰعیل کے نبی میں حضرت موسیٰؑ نے بدرجۂ کمال ہونے کی پیشگوئی بھی کی ہے اور فرمایا:۔

"میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں
میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا
اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور
جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن
سے کہے گا۔" (استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸)

اس میں صرف حضرت موسیٰؑ والی فضیلت کہ خدا رُوبرو کلام کرے گا ہی بیان نہیں کی بلکہ مزید فضیلت یہ بیان کی کہ وہ بھی آگے وہی کہے گا جو خدا اسے کہیگا اور اس کے بیان میں خدا کے کلام سے سرِمُو فرق نہ ہوگا یہ پیشگوئی قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے متعلق ہے کیونکہ صرف قرآن مجید ہی ایسا کلام ہے جو شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

عہد قدیم کے اس بیان سے ثابت ہے کہ وہی وحی افضل ہے اور کلام اللہ کہلانے کی مستحق ہے جو لفظاً لفظاً خدا تعالیٰ کے لفظی کلام پر مشتمل ہو اور یہ کہ الہام اور رؤیا و کشوف اس سے فروتر ہیں۔

عہد نامہ قدیم کی شہادت عیسائیوں کیلئے بھی کافی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ خود فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ میں توراۃ یا
نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا
ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ
پوری کرنے کو آیا ہوں۔"
(متی باب ۵ آیت ۱۷-۱۸)

اسلئے عیسائی اس کے پابند ہیں کہ اس وحی کو افضل سمجھیں جس کو حضرت موسیٰؑ نے افضل قرار دیا ہے لیکن عیسائیوں کی مزید تسلی کے لئے ہم خود حضرت مسیحؑ کا قول پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں
کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت
نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی رُوحِ حق
آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا
اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن
جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا۔"
(یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲-۱۳)

اس سے واضح ہے کہ سچائی اور صداقت کا کمال یہی ہے کہ لوگوں تک ویسے ہی پہنچے جیسے "سُنی" گئی تھی۔ "جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا" کے لفظ لفظی وحی پر واضح دلالت کرتے ہیں اور اس تعریف کے مطابق قرآن مجید پورا اُترتا ہے انجیل ہرگز نہیں۔

عیسائیوں نے ایک سوال یہ اُٹھایا ہے کہ قرآن مجید نے انجیل کو "کلام اللہ" کہا ہے (اور یہ بھی کہ "کلام اللہ" میں "لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ" (کہف آیت ۲۷) کے ماتحت تحریف ممکن نہیں) اور وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں :-

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○

(بقرہ : ۷۵)

اول تو یہاں "کلام اللہ" سے مراد قرآن مجید ہی ہے انجیل ہرگز نہیں اور مفہوم یہ ہے کہ مسلمان یہود کے متعلق حسن ظنی رکھتے ہوئے یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئیں گے حالانکہ یہود میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ قرآن مجید کو جانتے بوجھتے ہوئے مغالطہ کے لئے سیاق و سباق الگ کر کے غلط مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اگر بالفرض کلام اللہ سے مراد یہاں قرآن کے علاوہ کوئی کلام ہو تو پھر بھی وہ انجیل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں ذکر یہود کا ہے عیسائیوں کا نہیں۔

یہ مدّ نظر رہے کہ ہم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر کلام اللہ کے نزول پر ایمان رکھتے ہیں مگر ہمارے زیر بحث وہ کتابیں ہیں جن میں اُن کی وحی کے محفوظ کئے جانے کا اِدّعا کیا جاتا ہے۔ اور ان اناجیل میں کلام اللہ کے علاوہ نبیوں کے اپنے وعظ، کلام اللہ کی تفہیم و تفسیر، تاریخ، تاریخ نویسوں کے اپنے خیالات وغیرہ شامل ہیں اور ایسے مجموعہ کو کلام اللہ نہیں کہا جا سکتا۔ انجیل نویسوں کے اس تصور نے کہ انبیاء کا اپنا کلام اور تفہیم اور کلام اللہ ایک ہی ہیں انہیں اس بات کی جرأت دی کہ وہ اپنی تفہیم کو بھی اناجیل میں شامل کر دیں اور اس کو بھی بعد کے عیسائیوں کے نزدیک کلام اللہ کہا جانے لگا۔ حالانکہ لوقا کی شہادت اس نظریہ کے خلاف ہے۔ اناجیل یقیناً کلام اللہ نہیں۔

قرآن مجید کا کلام اللہ ہونے کا واضح دعویٰ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ زمر آیت ۲۴ میں قرآن مجید کو باقی الہامی کتب کے مقابلہ میں "احسن الحدیث" یعنی سب سے بہتر کلام الٰہی کہا ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ آیت ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی شریعت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس پر خطِ نسیان پھیرتے ہیں تو "نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا" اس سے بہتر کلام نازل فرماتے ہیں۔ یہ باقی تمام مذہبی کتب کے مقابلہ میں باعتبار

کیفیت وحی قرآن مجید کی ایک فضیلت یہ ہے کہ صرف اسی کو "کلام اللہ" ہونے کا دعویٰ ہے۔

چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۷۶ کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے نیز سورۃ توبہ آیت ۶ اور سورۃ فتح آیت ۱۶ میں تین مرتبہ قرآن مجید کو "کلام اللہ" کہا ہے اور انجیل کے متعلق ایک دفعہ بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ یہ ٹھیک ہے قرآن مجید انبیاء کو کلمہ اور ان پر نازل شدہ کلام کو کلمہ کہتا ہے مگر ان کی طرف منسوب شدہ کتب کو کتاب اللہ کہتا ہے کلام اللہ نہیں۔

قرآن مجید نے اپنے "کلام اللہ" ہونے کے دعویٰ کے ثبوت میں کئی دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے ایک سورۃ بقرۃ آیت ۲۲، ۲۳ کا یہ چیلنج ہے:-

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

کہ اگر تمہیں قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک ہے تو اس جیسی کوئی سورۃ لے آؤ اور ایسا تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کلام الوہیت ثابت کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ کے مقابلہ میں توراۃ و انجیل کی تمام کتب کو پیش کرنے کا چیلنج کیا ہے اور اس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے دہرایا ہے۔ چیلنج کے الفاظ یہ ہیں:-

"توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورۃ کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورۃ میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی ... بھلا وہ اگر اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام پانسو روپے نقد ان کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستر کے قریب ہوں گی وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتب اور منظم در حکمت و جواہر معرفت و خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورۃ فاتحہ میں سے ہم پیش

کریں گے اور اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جس
قدر ہمارے لئے ممکن ہو گا ہم انکی درخواست
پر بڑھا دیں گے اور ہم صفائی فیصلہ کے لئے
پہلے سورہ فاتحہ کی ایک تفسیر تیار کرکے اور
چھاپ کر پیش کریں گے اور اس میں وہ تمام
حقائق و معارف و خواص کلام الوہیت
بتفصیل بیان کریں گے جو سورہ فاتحہ میں
مندرج ہیں اور پادری صاحبوں کا یہ فرض
ہو گا کہ توریت اور انجیل اور اپنی تمام
کتابوں میں سے سورہ فاتحہ کے مقابل پر حقائق
اور معارف اور خواص کلام الوہیت جن
سے مراد فوق العادت عجائبات ہیں جن کا
بشری کلام میں پایا جانا ممکن نہیں پیش
کرکے دکھلائیں اور معارف اور خواص
کلام الوہیت جو سورہ فاتحہ میں ثابت
ہوتے ہیں وہ ان کی پیش کردہ عبارتوں
میں بھی ثابت ہیں تو ہم پانسو روپے جو
پہلے سے ان کے لئے ان کی اطمینان کی جگہ
پر جمع کر دیا جائے گا دے دیں گے۔ اب
کیا کسی پادری کا حوصلہ ہے جو ایسا مقابلہ
کرے ؟"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں
کا جواب صفحہ ۳۴-۳۵)

اس مقابلہ سے بآسانی پتہ لگ جائے گا کہ کلام اللہ
انجیل ہے یا قرآن ؟

نورِ فرقان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نظم سے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

لیک دوناں را بمغزش راہ نیست
ہر دلے از سرِ آں آگاہ نیست

تا نباشد طالبِ پاک اندروں
تا نجوشد عشقِ یارِ بے چگوں

رازِ قرآں را کجا فہمد کسے
بہرِ نورے نورے باید بسے

نور را داند کسے کہ نور شد
وز حجابِ سرکشی ہا دور شد

الغرض فرقاں مدارِ دینِ ماست
او انیسِ خاطرِ غمگینِ ماست

نورِ فرقاں مے کشد سوئے خدا
مے تواں دیدن ازو روئے خدا

انگریزی حکومت کی تعریف اور شکریہ

گروہ "اہل قرآن" کا مذہب

الفرقان ماہ اگست ۷۰ء میں جیمس آباد کے جج کے فیصلہ کے سلسلہ میں ہم نے بیس (۲۰) حوالے تمام فرقوں کے علماء اور مسلمان سیاسی لیڈروں کے پیش کئے تھے جن میں انگریزی حکومت کی تعریف کی گئی تھی۔ اسے **اُولُوا الْاَمْر** قرار دیا گیا تھا۔ اس کی **اطاعت** کو لازمی ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی مخالفت کو حرام اور ناجائز کہا گیا تھا۔ یہ واضح حوالے شیعہ، بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث تمام فرقوں کے علماء کے ہیں۔ صدہا حوالوں میں سے یہ حوالے ہم نے بطور نمونہ پیش کئے تھے۔

اس نمبر کو پڑھ کر عزیز شاہد پرویز صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:-

" ماہِ اگست کا الفرقان دیکھا بہت قیمتی حوالوں اور معرفتِ الٰہیہ کی باتوں سے مزیّن تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خاص فضل و اکرام سے نوازے اور بہترین خدمات کی توفیق دے۔ آمین

آپ نے مختلف المکاتب علماء کے حوالہ جات کے ساتھ ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ جماعت احمدیہ الٰہی جماعت ہے نہ کہ انگریزوں کا خودکاشتہ پودا۔ (نعوذ باللہ)

اسی سلسلہ میں آپ کی خدمت میں مولوی عبداللہ صاحب اہل القرآن کا ایک حوالہ ارسال کر رہا ہوں۔ یہ حوالہ جس کتاب سے لیا گیا ہے اس کے صفحہ اوّل کا نقش اور حوالہ والے صفحے کا نقش بھیج رہا ہوں۔ اس کتاب کو تقریباً ۷۰ سال ہو چکے ہیں اور شکستہ حالت میں میرے پاس مولوی عبداللہ صاحب کی بعض دوسری کتب کے ہمراہ محفوظ ہے۔"

عزیز موصوف کے بھجوائے ہوئے فوٹو سٹیٹ کاپی کے ہر دو صفحے اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ کتاب کا نام اشاعۃ القرآن ہے جو مولوی محمد عبداللہ صاحب چکڑالوی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۰ ہجری میں شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب کے ص ۴۲ پر فرقۂ اہل قرآن کے بانی مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے

زیر عنوان "شکریہ گورنمنٹ" لکھا ہے:-

"خدا تعالیٰ کا ہم پر نہایت احسان ہوا کہ ہم پر گورنمنٹ انگلشیہ دام سلطنتہ کا سایہ آگیا۔ جس کے نیچے ہم کو اظہارِ حق کا آزادانہ طور پر خوب موقع مل گیا۔ گو مولوی محمد حسین صاحب جیسی تلخ طبیعتوں نے کفر و الحاد کے فتاویٰ مشتہر کر کے عوام الناس کو مشتعل کرنے میں کمی نہ کی جن کے دلوں میں ابھی تک وہی پرانے خیال قتل و قتال سمائے ہوئے ہیں۔ مگر خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی عنایت سے کوئی چنداں فساد نہ ہوا جس کا ہم لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ہر ایک مسلمان کو گورنمنٹ کی اطاعت میں مصروف اور ان کی مخالفت سے دور رکھے جیسا کہ ہمارے دستور العمل قرآن مجید کا حکم ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔" (اشاعۃ القرآن)

کیا اس اقتباس کو پڑھ کر جج صاحب جیمس آباد کہیں گے کہ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی بانی گروہ اہل قرآن انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور انگریزوں نے ان کو مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا کرنے کے لئے مقرر کیا تھا؟ ✤

اقتباسات

(۱) اسلام کے مسلمہ فرقے

"۲۰ راگست کے اخبارات میں ایک بیان مودودی صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا۔

"شیعہ بھی اسلام کا ایک مسلمہ فرقہ ہے۔"

ہم نے سنا تھا کہ مودودی صاحب

۱۔ ایک بڑے ادیب اور اخبار نویس ہیں۔

۲۔ ایک مفکرِ اسلام اور مذہبی راہنما ہیں۔

۳۔ مزاج شناسِ رسولؐ اور نقاد صحابہؓ ہیں۔

۴۔ تفہیم القرآن کے ذریعے مفسرِ قرآن بھی ہیں۔

لیکن اس عنوانِ بالا کو پڑھ کر سخت صدمہ ہوا کہ جو اسلام یہ کہتا ہے کہ

۱۔ قرآن کی حبل متین کو مضبوط پکڑو اور فرقہ بندی سے اجتناب کرو۔

۲۔ جو فرقہ بندی کریں وہ مشرک ہیں۔

۳۔ جو فرقہ بندی کریں ان کا رسولؐ سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔

۴۔ فرقہ بندی عذاب خدا ہے۔

۵۔ جو لوگ قرآن کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں۔

کیا مودودی صاحب کے پیشِ نظر یہ آیاتِ قرآنی نہیں ہیں؟ کیا ان آیاتِ بینات کی تفسیر اور تشریح یہی ہے جو آپ نے کی ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ کی جہالت پر

جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے۔ جب آپ کے خیال میں مسلّمہ فرقے اسلام کے دائرے میں موجود اور ضروری ہیں تو احمدیہ فرقہ نے ان فرقوں سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ ایک فرقہ بند ہو کر کافر ہیں لیکن آپ فرقہ بند مشرک ہو کر بھی سچے مومن ہیں؟" (ماہنامہ تجدد جہد لاہور ستمبر ۱۹۶۸ء)

(۲) نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا ثابت نہیں

"آپ کو ایک صحیح حدیث ایسی نہیں ملے گی کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضور اکرمؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرض نمازوں کے بعد آج کل کے مروجہ طریقہ پر یعنی اجتماعی، التزامی اور دوامی طور پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی ہو۔ یا اس کو نماز کا جز قرار دیا ہو۔ یا اس کے عدم سے نماز کو کالعدم فرمایا ہو بلکہ اس کے برعکس ہمیں قرآن مجید، احادیث نبویہ، علماء کی تصریحات اور کتب فقہ کی توضیحات سے یہ ملتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا نماز کے ارکان میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے عدم سے نماز میں کسی قسم کی کمی آتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(۱) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (سورة الجمعہ)

جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزقِ حلال) تلاش کرو ۔۔۔ اور نماز کب ختم ہوتی ہے اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ یعنی نمازی سلام پھیرنے کے بعد نماز سے نکل جاتا ہے اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ نمازی سلام پھیرنے کے بعد اپنے کام کے لئے جا سکتا ہے۔ امام کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) بخاری شریف میں ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مَیں نے مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا آپؐ سلام پھیرنے کے بعد جلدی سے اپنے گھر تشریف لے گئے ۔۔۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی ضروری ہوتی تو آپؐ اس طرح سلام پھیرتے ہی بغیر دُعا کئے نہ جاتے۔

(۳) مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام پھیرنے کے بعد اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھنے کی مقدار تک بیٹھتے (اور اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے جاتے۔) ۔۔۔ اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۴) فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے قَالَ

ابْنُ الْقَیِّمِ فِی الْهدی النبوی وَ اَمَّا الدُّعَاءُ بَعْدَ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ سَوَاءٌ الْإِمَامُ وَ الْمُنْفَرِدُ وَالْمَأْمُوْمُ فَلَمْ يَكُنْ ذَالِكَ مِنْ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلًا وَمَا رُوِيَ عَنْهُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَ لَاحَسَنٍ ۔ علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الھدی النبوی میں فرمایا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف مُنہ کرکے امام منفرد اور مقتدی کا (ہاتھ اٹھا کر بالالتزام) دعا کرنا بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی صحیح اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔

(۵) فقہ حنفیہ کے مشہور فتاویٰ درمختار میں ہے وَيُكْرَهُ تَاخِيْرُ السُّنَّةِ اِلَّا بِقَدْرِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ فرض نمازوں کے بعد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھنے کی مقدار سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے ـــــ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کئے بغیر سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔ اگر امام و مقتدی دعا کرنے میں مصروف ہو جائیں گے اور سنتوں میں دیر کریں گے تو ان کا یہ فعل مکروہ ہے۔

(۶) فتاویٰ عالمگیری میں ہے وَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ مِنَ الظُّهْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ كُرِهَ لَهُ الْمُكْثُ قَاعِدًا لٰكِنَّهُ يَقُوْمُ اِلَى التَّطَوُّعِ وَلَا يَتَطَوَّعُ فِيْ مَكَانِ الْفَرِيْضَةِ وَلٰكِنْ يَنْحَرِفُ يُمْنَةً وَ يُسْرَةً اَوْ يَتَاَخَّرُ وَاِنْ شَاءَ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ يَتَطَوَّعُ فِيْهِ۔ جب امام ظہر، مغرب، عشاء کی نمازوں میں سے کسی نماز کا سلام پھیرے تو پھر اس کا مصلے پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ وہ اُٹھ کر نفل پڑھے اور نفل، فرض نماز کی جگہ میں نہ پڑھے بلکہ دائیں یا بائیں یا پیچھے ہٹ کر پڑھے اور اگر چاہے تو واپس اپنے گھر چلا جائے اور وہاں نفل پڑھے۔

(۷) منیۃ المصلی میں ہے فَاِذَا تَمَّتْ صَلٰوةُ الْاِمَامِ فَهُوَ مُخَيَّرٌ اِنْ شَاءَ انْحَرَفَ عَنْ يَسَارِهٖ وَاِنْ شَاءَ انْحَرَفَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاِنْ شَاءَ ذَهَبَ اِلٰى حَوَائِجِهٖ جب امام کی نماز پوری ہو جائے تو اُسے اختیار ہے اگر وہ چاہے تو بائیں جانب سے پھر جائے، چاہے داہنی جانب سے اور اگر چاہے تو اپنے کام کاج کے لئے چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ عمل، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی توضیح اور فقہ احناف کی تصریح سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدیوں کا اجتماعی التزامی اور دوامی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔"

(صحیفہ اہلحدیث کراچی ۱۴ ستمبر ۱۹۶۰ء) +

خلافت کی عظیم روحانی برکات!

حضرت خلیفۂ وقت اس وقت کشتیٔ اسلام کے ناخدا ہیں

غیر مبایع دوستوں سے مخلصانہ اپیل

(محترم جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب سابق ایڈیٹر اخبار "لائٹ")

"مَیں نے ایسا ایمان افروز اور دل کو سکون اور ٹھنڈک بخشنے والا خطبہ جمعہ ساری عمر میں آج (۱۴ اگست کو) پہلی دفعہ سُنا۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جن کا مَیں نے حضور کا خطبہ جمعہ سُننے کے بعد گھر پر واپسی پر اپنی اہلیہ صاحبہ سے ذکر کیا۔

جمعہ کے خطبے قوم کی روحانی تربیت اور پرورش کے لئے تھے لیکن بدقسمتی سے ان خطبوں میں بھی اب وہ چیز آگئی ہے جس کو فنکاری یا اداکاری کہتے ہیں اور خطیب قوم کو روحانی غذا دینے کی بجائے زیادہ تر اپنی علمیت اور فنِ خطابت کی نمائش کرتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خطابت اور تقاریر کی روحانی تاثیر کی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر ایک بناوٹ اور تصنع سے پاک ہوتی ہیں۔ فطرت کی گہرائیوں سے جیسے ایک چشمۂ صافی اُبل کر نکلتا ہے اسی طرح حضور کی گفتگو اور تقریریں اپنے بے ساختہ پن اور فطرتیت Naturalness کی وجہ سے قوم کو ایک روحانی غذا مہیا کرتی ہیں۔

مَیں جب جمعہ پڑھنے گیا تو بڑا آزردہ خاطر بھی تھا اسلئے کہ معاصر پیغامِ صلح نے میرے متعلق ایک نہایت دل آزار نوٹ اپنے تازہ پرچے میں شائع کیا تھا جس میں مجھے یہ طعنہ بھی دیا تھا کہ مَیں فالج زدہ ہوں۔ لیکن حضرت صاحب کا خطبہ جمعہ سُننے کے بعد فالج زدگی میں بھی مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ بات سمجھا دی کہ خدا کی طرف سے جو چیز آتی ہے اس پر شکرگزار ہونا چاہیئے۔ یہ وہ دولت ہے جو مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کی صحبت سے ملتی ہے نہ کہ وہ سیم و زر کی

دولت جس کا طعنہ پیغام صلح نے مجھے دیا ہے کہ میں
اس کے لالچ میں کبھی کبھی حضرت صاحب کی مدح سرائی
میں مضامین لکھتا ہوں۔

اس تجربے کا ذکر بھی میں تحدیث بالنعمت کے
طور پر کرتا ہوں اور میری دلی خواہش اور دعا ہے
کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جماعتِ لاہور کے دوسرے
بھائیوں کو بھی اس نعمت سے مالا مال ہونے کی
توفیق دے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ایک ایسی
رَو چل پڑی ہے کہ اُس جماعت کے سمجھدار اور مخلص
دوست آہستہ آہستہ اس جماعت میں شمولیت
اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک ممتاز انجنیئر
ملک عبد اللہ صاحب نے بیعت خلافت کی سعادت
حاصل کی ہے۔ درحقیقت یہی وہ راز ہے جو انسانی
تنظیموں اور الٰہی تنظیم جو خلافت کی شکل میں قائم
ہوتی ہے' میں فرق پیدا کرتا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا
ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے
جماعتِ لاہور کے سامنے ان کو ایک تقریر میں یہ
راز سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی کہ خلافت کوئی
انسانی منصوبہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست
مشیت سے انسانی فلاح اور بہبود کے لئے قائم
ہوتی ہے۔ حضرت موصوفؓ نے جو الفاظ استعمال
کئے تھے وہ میرے حافظے کے مطابق یہ تھے کہ دیکھو!
خلافت کیسری کے سوڈا واٹر کی کوئی دکان نہیں ہے
کہ جاکر خرید لو۔ اُس زمانہ میں انار کلی میں کیسری کے
سوڈا واٹر کی دکان بڑی مشہور تھی اور پچھلے پہر اس
پر خریداروں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

پس حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ایک نہایت
موزوں تمثیل سے یہ ذہن نشین کرایا کہ انسانی انجمنوں
کی قائم کردہ تنظیمیں انسانوں کی اخلاقی اور روحانی
تربیت نہیں کر سکتیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے
خلافت کی تنظیم اپنی براہِ راست مشیت کے ماتحت
قائم کی تا کہ بنی نوع انسان اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم
نہ ہو جائیں۔ یہ بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے اپنے ہاتھ کی جلائی ہوئی شمع تو ہمارے اندر
موجود ہو اور ہم اس کی طرف آنکھیں بند کر کے
بیٹھے رہیں۔

لاہوری جماعت میں مخلص اور سمجھدار لوگ بھی
ہیں اُن کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
نصرت دامنِ خلافت سے وابستہ ہے۔ نصرتِ
الٰہی کی ایک اور تازہ ترین مثال جسے میں احبابِ لاہور
کی توجہ کے لائق سمجھتا ہوں وہ رسالہ الفرقان کا
تازہ نمبر ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
عزت و ناموس پر جو بڑے بدنما داغ مخالفین
لگاتے تھے ایسے خوش اسلوبی سے صاف کر دیئے
ہیں جس کے بعد کسی مخالف سے مخالف کو بھی چون و چرا
کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ میں یہ کہنے میں اپنے
آپ کو بالکل حق بجانب سمجھتا ہوں کہ جماعتِ لاہور
کی طرف سے لٹریچر کا جو انبار گزشتہ ساٹھ ستر
سال میں شائع ہوا ہے اس تمام لٹریچر میں اس
مدافعت کا عشر عشیر بھی نہیں جو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی عزت و ناموس کی الفرقان کے اِس نمبر میں کی گئی ہے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ الفرقان کے ایڈیٹر کو جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ایک معمولی سپاہی ہے یہ توفیق کیسے مل گئی کہ صفِ دشمن کو حجت سے پامال کر کے رکھ دیا۔ یہ توفیق بلاشبہ خلافت کے دامن سے وابستگی کی برکات ہی سے ہے۔ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب تمام جماعت کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ہمارے روحانی باپ کی عزت کا نہایت خوبصورتی کے ساتھ تحفظ کیا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اِس نمبر کو احبابِ لاہور توجہ کے ساتھ مطالعہ کریں اور وہ بھی اس عظیم الشان کارنامے پر فخر اور خوشی محسوس کریں۔

تنسیخ جہاد اور گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی یہ دو نہایت شدید الزامات تھے جنہیں ہمارے مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف پیش کر کے عوام کے قلوب کو زہر آلود کرتے تھے۔ مولانا موصوف کے محققانہ مضمون نے جو ان ہر دو الزامات کی تردید میں شائع کیا گیا ہے ان الزامات کو بالکل بے اثر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ کا وارث بنایا ہے۔ جہاں آپؑ نے فرمایا ہے ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال

اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں اور زور بخشے اور انہیں ماموریِ زمانہ کے خلاف ہرزہ سرائی کو مٹانے کیلئے بیش از پیش کوشش کرتے رہنے کی توفیق ملے۔

احبابِ لاہور کے لئے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ شجرِ احمدیت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا اس سے وہ بالکل کٹتے جا رہے ہیں اور اس ناشکری کی وجہ سے جو انہوں نے ماموریِ وقت جیسی عظیم الشان نعمت کے استخفاف میں کی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا ہاتھ اُن سے بکلی کھینچ لیا ہے۔ ان میں سے جو دوست علم و فضل کے دعویدار ہیں اُن کے قلم سے بھی گزشتہ ساٹھ ستر سال میں کوئی تحریر اس پایہ کی پیدا نہیں ہو سکی جس سے ماموریِ زمانہ کی عزت دنیا میں بحال رہ سکے۔ خدا شاہد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کا وجود بڑا بابرکت ہے اور اِس وقت کشتیٔ اسلام کی ناخدائی کے لئے آپ ہی ایک مؤثر ذریعہ ہیں جس سے یہ کشتی ڈوبنے سے بچ سکتی ہے۔ ہر ایک مخلص احمدی جو احمدیت کو اسلام کا آخری سہارا سمجھتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ خلافت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے اور اس سے اکتسابِ نور کرے اور پھر اس نور کو دنیا میں پھیلائے۔

احبابِ لاہور کو چاہیئے کہ جماعتی تنگدلی اور تعصب سے بالاتر ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ہاتھ کس کے ساتھ ہے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ معاصر عزیز

پیغام صلح مجھے پھراپنی زہر چکانی کا مورد بنائے حق بات حق ہے۔ اور اگر ہم نے حق بات کہنی بھی نہیں سیکھی تو اپنے آپ کو احمدی کہنا محض خود فریبی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری یہ مخلصانہ معروضات جماعت لاہور کے فہمیدہ اور غیر متعصب حضرات کے لئے مشعل راہ بن جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ایسا ادارہ جیسے ووکنگ مسلم مشن ہے خلافت کے زیر اہتمام کام کرتا تو اب تک آدھا انگلستان مسلمان ہو گیا ہوتا۔ وہ موقعہ تو خیر ہاتھ سے جاتا رہا اب اللہ تعالیٰ کی مشیت نے یہی پسند فرمایا ہے کہ سفید پرندوں کی بجائے کالے پرندے غول در غول احمدیت میں داخل ہوں اور افریقہ کا نوعمر اور تنومند برّاعظم احمدیت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائے۔ اس کے آثار بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ دورۂ افریقہ کے بعد کھلے طور پر نظر آنے لگے ہیں۔

احباب لاہور کو بھی چاہیئے کہ فتح افریقہ کی اس مہم میں بھی خلافت کے ہاتھ مضبوط کریں اور اس سعادت میں بھی حصہ دار بنیں۔ یہ وہ دلی تڑپ ہے جو ہمارے دلوں میں ہونی چاہیئے اگر ہم نے واقعی فتح اسلام کو اپنے مفادات پر مقدم کیا ہوا ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

۷۰-۹-۷　　محمد یعقوب خان

(الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۷۰ء)

غیر مبایع احباب سے

(از جناب کیپٹن عبد السلام خان صاحب کراچی)

چھوڑو یہ قصۂ پارینہ یہ نزاعِ لفظی
بانی تھا ایک مجدد یا مسیح یا کہ نبی

گالیاں سن کے دعا دینا ہے شیوہ قومی
ہم کو کچھ زیب نہیں آپس میں یہ طعن و تشنیع

جانے والے کی وصیت کو ذرا یاد کرو
"میں چلا راہِ عدم مل کے سبھی کام کرو"

کیا تمہیں یاد نہیں وقتِ وصال ہوئی
کس نے پھر پھونکی مسلماں میں وہ روح بوبکری

جب اوّل سے ہی چلا ہے یہ طریقِ ربّی
کیوں ہو معمول سے محروم جماعت میری

میرے جانے سے ہی آسکتی ہے قدرتِ ثانی
تا قیامت رہے گا نور کا چشمہ جاری

اس خلافت میں ہی مضمر ہے حیاتِ قومی
اس کو سمجھو تو نہ پھر ہو گے پریشاں کبھی

دشتِ پیمائی میں پھر تیز ذرا گام کریں!
آؤ مل جاؤ اور مل کے سبھی کام کریں!

آج ربوہ مرکزِ اسلام ہے

(جناب عبدالحمید صاحب آصف ایم۔اے لائل پور)

اے مسیحا کے عجب شیریں ثمر
مصلحِ موعودؓ کے نورِ نظر

تیری خوشبو سے معطر ہے جہاں
تیری رنگت میں خدا آیا نظر

تجھ سے زندہ ہو گئی انسانیت
تو یقیناً خادمِ خیر البشرؐ

آپ کی فرقت میں دل بے چین تھا
آپ کو بھی ڈھونڈتی میری نظر

ایک دن مجھ کو یہ بتلایا گیا
سوئے افریقہ گیا رشکِ قمر

ناصرِ دیں بندۂ رحمان کو
لے گئی روحِ بلالیؓ کھینچ کر

ناصرِ دیں پر رہے ظلِ خدا
مانگتا تھا یہ دعا شام و سحر

تو نے افریقہ کو بخشی زندگی
دردمندوں کے لئے تو چارہ گر

آنے والا جلد ہے قہرِ خدا
اہلِ یورپ کو کہا یہ بے خطر

ہوگا غالب ایک دن دینِ خدا
ہے یقیناً یہ حدیثِ مستطر

کہہ رہے ہیں آج یہ فضلِ عمرؓ
کامیاب و کامراں لوٹا پسر

آج ربوہ مرکزِ اسلام ہے
اس سے روشن ہو رہے ہیں بحر و بر

مہدئ دیں محمد میرزا
کہہ رہے ہیں دیکھ لو شمس و قمر

کفر کی تاریکیاں چھٹنے لگیں
جب سے پھوٹی احمدیت کی سحر

پرچمِ اسلام لہرانے لگا
اور دینِ احمدی ہے اوج پر

جان و مال و آبرو قرباں کریں
کامیابی کی یہی ہے رہگزر

کفر سے ہر وقت ہم لڑتے رہیں
دین کی خاطر رہیں سینہ سپر

توڑ ڈالیں شرک کی سب بجلیاں
نوچ ڈالیں کفر کے سب بال و پر

ایک مسلم کی متاعِ بے بہا
خدمتِ دیں دردِ دل دردِ جگر

ہر مصیبت میں رہے وہ خندہ زن
ہو نہیں سکتا مسلماں نوحہ گر

میرے آقا نے عطا کی زندگی
بھول سکتا ہی نہیں میں عمر بھر

آپ پر قرباں کروں دونوں جہاں
آپ نے بخشا مجھے دردِ جگر

تیرے دل میں درد ہے اسلام کا
اور خلافت کی ردا ہے دوش پر

تجھ کو پایا تو خدا کو پا لیا
تو جدھر ہوگا خدا ہوگا ادھر

میرے آقا میری سن لے التجا
میری آنکھوں میں رہو مثلِ نظر!

حاصلِ مُطالعہ

(۱) وفاتِ مسیحؑ کا ایک نیا حوالہ

(مرسلہ ارشاد علی خان صاحب کرشن آباد۔ لاہور)

علامہ احمد بن مبارک سلجماسیؒ فرماتے ہیں کہ

" سید عبدالعزیز دبّاغ مغربی نے فرمایا:۔

"قرآن مجید میں انوارِ قدسیہ اور معارفِ ربّانیہ اور اسرارِ ازلیہ اس قدر بالا از طاقت ہیں کہ اگر موسیٰ صاحبِ تورات، حضرت عیسیٰ صاحبِ انجیل اور حضرت داؤد صاحبِ زبور علیہم التسلیمات نزولِ قرآن کے زمانے تک زندہ ہوتے اور اس کو سُنتے تو قرآن کا اتباع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اقوال میں تابعداری اور آپؐ کے افعال سے ہدایت پانے کے بغیر ان سے کچھ نہ بن آتا اور سب سے پہلے یہی لوگ آپؐ کی دعوت کو قبول کرکے آپؐ پر ایمان لاتے اور تلواریں کر آپؐ کے آگے جہاد کرتے۔"

مؤلف (علامہ احمد بن مبارک سلجماسی) کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قسم کی ایک حدیث وارد ہوئی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لا تبعانی (اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو بالضرور میری تابعداری کرتے) یا جیسے آپؐ نے فرمایا ہوتا۔ ابن حجر کو دیکھیں کہ انہوں نے کتاب التوحید کے آخر میں اس حدیث کے متعدد طرق نقل کئے ہیں۔ اور اگر یہ خارج از مبحث بات نہ ہوتی تو میں ان کو یہاں درج کر دیتا۔" (خزینہ معارف مشہور عربی کتاب "ابریز" کا سلیس ترجمہ مصنفہ علامہ احمد بن مبارک سلجماسی۔ قطبِ زمان سید عبدالعزیز دبّاغ مغربی کے حالات حصہ اوّل ترجمہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی۔ ناشر علمی کتاب خانہ لاہور صفحہ ۲۲۳-۲۲۵)

(۲) تفاسیرِ سلف اور اسرائیلیات

(مرسلہ مولوی محمد اجمل صاحب شاہد ایم۔اے کراچی)

علامہ ابن خلدون (سنہ ۷۳۲ھ تا ۸۰۸ھ) نے اپنی مشہور تصنیف مقدمہ ابن خلدون میں اسلامی علوم پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ علم التفسیر میں انہوں نے اس علم کی تدریجی ترقی اور مفسرین سلف کی تفاسیر کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح اسرائیلیات اور غلط روایات ان میں جمع کر دی گئیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"تفسیر کی ایک بڑی شاخ تفسیر نقلی تھی جس کا مدار سلف سے منقولہ آثار و روایت پر تھا۔ اور جس میں اس کی تشریح ہوتی کہ کون کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسی منسوخ۔ اسباب نزول کیا کیا ہیں اور کن کن مقاصد کے تحت آیات اُتری ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان سب امور کا مدار نقل پر ہی تھا۔ جب تک صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال کی ٹٹول نہ کی جاتی ان کا پتہ کیسے لگتا۔ غرض متقدمین نے اپنی تفسیروں میں ان سب نقول کو بتمام و کمال بیان کیا۔ مگر افسوس انہوں نے اس میں تحقیق و تدقیق سے کام نہیں لیا۔ رطب و یابس سب کچھ جمع کر لیا۔ مقبول و مردود سب کو یکجا اکٹھا کر دیا۔ اور اس عمل کی وجہ درحقیقت یہ تھی کہ عرب نہ اہل کتاب تھے اور نہ علم و معرفت سے چنداں وابستگی رکھنے والے ٹھیٹ بدو اور امی تھے۔ ان کو جب شوق ہوتا کہ مثلاً حقائق عالم معلوم کریں یا ابتدائے خلقت کا کچھ پتہ لگائیں تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے انکی معلومات بہم پہنچاتے اور انہیں سے اپنے سوالات حل کرتے اور یہ اہل کتاب خود انہی کی طرح بدو تھے۔ ان کو بھی موٹی موٹی معلومات ہوتی تھیں جو اہل کتاب کو ہوتی ہیں اس سے زائد کچھ نہیں جانتے تھے۔ ایسے لوگوں میں زیادہ تر طبقہ قبیلہ حمیر کا تھا جو یہودی المذہب تھا جب یہ دائرۂ اسلام میں آئے تو اپنی قدیم معلومات کو جنکو احکام شرع سے کوئی تعلق نہ تھا اپنے حافظہ میں جگہ دیئے ہوئے تھے۔ مثلاً پچھلے تاریخی واقعات و حادثات ابتدائی خلقت انسانی کی کیفیات۔ یہ سب کچھ انکو جوں کی توں رٹی رہیں اور یاد رہیں۔ چنانچہ کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اس زمرہ میں شمار ہوتے تھے۔ یہ سب لوگ اس قسم کی گزشتہ حکایتوں کا سرچشمہ بنے اور مفسرین نے جب تفسیر کیلئے قلم اٹھایا تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ کوئی احکام شرعیہ کی باتیں تو ہیں نہیں کہ جن پر عمل کا دارومدار ہو اور انکی صحت کی چھان بین کی جائے انکو جیسا سنا ویسا ہی لکھ مارا۔ ادھر کچھ ان کی شخصیتوں پر بھی بھروسہ کیا اور انکی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہا کیونکہ اسلام لانے کے بعد انکی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی۔ انکا شمار صحابہ میں ہوتا تھا اسلئے انکی بات کو بے چون و چرا مان لیا گیا۔ اسکے بعد پچھلا دور آیا جبکہ لوگوں نے تفاسیر کو، منقولہ روایات کو تحقیق و تفتیش کی کسوٹی پر کسا اور صحیح و باطل کو الگ کر کے رکھ دیا اور صواب کو خطا سے ممتاز کر دکھایا۔ ان میں ابو محمد ابن عطیہ مغربی کا نام نامی سرورق آتا ہے جنہوں نے تمام تفاسیر کو سامنے رکھ کر ناقدانہ پہلو سے سب پر نظر ڈالی اور تمام رطب و یابس کو چھانٹ کر خود ایک تفسیر لکھی اور باوثوق روایات و نقول سے اسکو آراستہ کیا۔ چنانچہ انکی تفسیر نے مغرب اور اندلس میں مقبولیت عامہ حاصل کی۔ پھر انکے بعد قرطبی آئے انہوں نے بھی اسی تحقیقی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر لکھی جس کو مشرق میں شہرت حاصل ہوئی۔"

(مقدمہ ابن خلدون زیر عنوان علم التفسیر القرآن)

اخبار اہلحدیث کے مدیر کے نام!

ہفت روزہ اخبار اہلحدیث لاہور کے ایڈیٹر حافظ احسان الٰہی صاحب ظہیر کے اشتعال انگیز اداریہ "امتِ مرزائیہ اور اہل حدیث" کے جواب میں ہم الفرقان کے جولائی سنہء کے نمبر میں ایک مختصر مضمون لکھ چکے ہیں۔ مدیر اہلحدیث نے ہمیں چیلنج کیا تھا کہ:-

"جس موضوع پر اور جہاں چاہیں ہم سے تقریری یا تحریری گفتگو کر لیں"

(اہلحدیث ۳ر جولائی سنہء)

ہم نے اس چیلنج کو منظور کرتے ہوئے دو ایسے علمی موضوع مقرر کر دیئے تھے جن میں کوئی اشتعال انگیزی نہ ہو سکے یعنی (۱) آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں توفی کے معنے موت۔ (۲) قرآن مجید کی آیات میں نسخ۔ ہم نے لکھ دیا تھا کہ پہلے موضوع میں ہم مدعی ہوں گے اور دوسرے میں مدیر اہلحدیث۔ چونکہ ہمیں "تقریری یا تحریری گفتگو" کا اختیار دیا گیا تھا اسلئے ہم نے حالاتِ حاضرہ کی رعایت سے تحریری طریق کو ترجیح دی تھی۔ آج تک مدیر اہلحدیث کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

عزیز مکرم عبدالماجد صاحب جو ظہیر صاحب کو سنہء میں ربوہ میرے پاس لانے والوں میں سے تھے ان کا خط موصول ہوا اس کے ساتھ اس چٹھی کی نقل بھی ہے جو انہوں نے مدیر اہلحدیث کو برائے اشاعت بھجوائی تھی جسے وہ شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ ہر دو خط قارئین کے ملاحظہ کے لئے درج ذیل ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔(ایڈیٹر)

مکرم عبدالماجد صاحب کا مکتوب میرے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور ۲۸ مکرمی و محترمی مولانا ابوالعطاء صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خدا تعالیٰ آپ کو کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

الفرقان جولائی کا شمارہ نظر سے گزرا۔ آپکا احسان الٰہی صاحب ظہیر کے اداریہ کا جواب پڑھا۔ میں نے فوراً ۳ر جولائی کا اہلحدیث اخبار منگوایا۔ ان کے اداریہ کو غور سے پڑھا۔ ظہیر صاحب کا جھوٹا افسانہ پڑھ کر دل کو بہت تکلیف ہوئی۔

قصہ یوں ہے کہ میں اور میرے چند عزیز

ظہیر صاحب کو ۱۹۶۲ء میں ربوہ لیکر آئے تھے اور
تمام بات چیت ہمارے سامنے دفتر الشرکۃ الاسلامیہ
میں ہوئی تھی۔ اس میں مولانا شمس صاحب مرحوم بھی
موجود تھے۔ ظہیر صاحب آپ کی گفتگو سے کافی مطمئن
تھے جس کا انہوں نے بعد میں مجھ سے ذکر کیا۔

ظہیر صاحب کو بہائیت کا بالکل کوئی علم نہیں
تھا۔ ہم اکٹھے ایک دوبار سیالکوٹ کے بہائی سنٹر
میں ان کے ایک ایرانی مبلغ سے گفتگو کرنے گئے۔
ظہیر صاحب ہم سے اعتراض پوچھ کر آگے فارسی میں
ایرانی مبلغ سے گفتگو کرتے تھے۔ ظہیر صاحب نے کہا
کہ آپ کے پاس بہائیت کے متعلق جو کتابیں ہیں وہ
مجھے دو۔ پھر میں نے آپ کی لکھی ہوئی دو کتابیں ان
کو دیں۔ ظہیر صاحب نے آپ کے علم کے بل بوتے پر
اس مبلغ سے خوب بحث کی بلکہ ایران پہنچ کر اس مبلغ
نے ظہیر صاحب کو خط لکھا کہ میں نے آپ کی گفتگو سے
متاثر ہو کر بہائیت کو ترک کر دیا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ظہیر صاحب نے آپ
کی کتب کے بہت لمبے لمبے حوالے زبانی یاد کر لئے تھے
جب وہ ایرانی مبلغ کے سامنے وہ حوالے پیش کرتے تو
وہ بوکھلا جاتا تھا۔ کوئی حوالہ دیکھنے کے لئے ظہیر
صاحب نے آپ کی تحریر کردہ کتاب کھولی تو فوراً
اس ایرانی مبلغ نے آپ کا فوٹو دیکھ کر شور مچا دیا کہ
آپ تو میرزائی ہیں۔

احسان صاحب سے میری پہلی ملاقات مرے
کالج سیالکوٹ میں ہوئی جبکہ میں وہاں کے پادری علی
صاحب سے تحریف بائبل پر گفتگو کر رہا تھا میرے
دلائل سن کر یہی احسان صاحب پھولے نہیں سماتے
تھے۔ جب پادری صاحب نے احسان صاحب کی یہ
حالت دیکھی تو پادری صاحب نے فوراً کہا کہ مولوی
صاحب! آپ کو معلوم نہیں کہ یہ لڑکا میرزائی ہے اور
ان کے عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں؟
احسان صاحب نے فوراً پادری صاحب سے کہا۔ یہ تو
ہمارے گھر کا مسئلہ ہے آپ اس کے اعتراض کا جواب
دیں۔ اس وقت تو ہم احسان صاحب کے گھر کے افراد
یعنی مسلمان تھے اور اب یہ ہم پر کفر کے فتوے دیتے
ہیں۔ احسان صاحب کو میں نے خط لکھ دیا ہے اور اس
کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کر دی ہے۔

دعاگو

عبدالماجد پروپرائٹر نیشنل ہوٹل

چوک چوبرجی۔ لاہور۔

مکرم عبدالماجد صاحب کا مکتوب مدیر اہلحدیث کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی احسان الٰہی صاحب۔ السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کافی عرصہ بعد گوجرانوالہ میں
آپ کے ساتھ مختصر ملاقات ہوئی تھی۔ کثرت
مصروفیت کی وجہ سے لاہور میں آپ سے ملاقات
نہیں ہو سکی۔

میں نے الفرقان ربوہ کا جولائی ۱۹۷۰ء کا
شمارہ پڑھا۔ اس میں ۱۹۶۲ء کی وہ ملاقات جس

میں مولانا جلال الدین صاحب شمس (مرحوم) مولانا ابوالعطاء صاحب، آپ، مجید صاحب، ناصر احمد صاحب، جاوید صاحب اور خاکسار شامل تھے، کے حالات درج تھے۔ اس کے بعد میں نے آپ کا ۳ر جولائی کا اخبار آپ کے دفتر سے منگوایا۔ آپ کا مضمون پڑھ کر دل کو تکلیف ہوئی کیونکہ آپ نے کافی دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح غلط بیانی، جھوٹ اور فریب سے کام لیں گے۔

ظہیر صاحب آپ کو یہ الفاظ پڑھ کر دکھ تو ضرور ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے کس طرح سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ایک حقیقت کو مسخ کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

امید ہے کہ آپ میری اس حلفیہ تحریر کو اپنے اخبار میں جگہ دیں گے تاکہ حقیقت آپ پر اور عوام پر ظاہر ہو۔

آپ کی دروغ گوئیاں یہ ہیں:-

ا۔"محمدی بیگم کی پیشگوئی کے متعلق ایسی توجیہہ پیش کی تھی جسے سن کر حاضرین اور خود جلال الدین شمس بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے تو آپ نے اپنی پیشانی سے پشیمانی کے قطرے پونچھتے ہوئے کہا تھا۔ .... تو شمس صاحب نے آپ کی مدد کرتے ہوئے کہا تھا نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ اور جب میں نے چیلنج دیا کہ ایسا کہنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور آنحضرتؐ کی کوئی پیشگوئی ایسی نہیں جو وقت پر پوری نہ ہوئی ہو تو آپ دونوں بغلیں جھانکنے لگے۔"

وہاں پر محمدی بیگم کی پیشگوئی ضرور زیر بحث آئی تھی لیکن شمس صاحب مرحوم نے کوئی بھی ایسی غلط بات نہیں کی تھی جس سے خود شمس صاحب اور اہل محفل کو ہنسی آئی ہو۔ اور نہ ہی مولانا ابوالعطاء صاحب نے پیشانی سے پشیمانی کے قطرے پونچھے تھے۔ اور ان ہر دو علماء میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ "نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری نہیں"۔ اور نہ ہی کسی نے شرمندگی سے بغلیں جھانکی تھیں۔ آپ نے صرف محمدی بیگم والی پیشگوئی کو افسانوی رنگ دیکر اپنی جماعت میں اہمیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ کے چیلنج اور للکار کا تو اسی وقت ہی پتہ چل گیا تھا جب مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر رسالہ الفرقان نے پورے اعتماد کے ساتھ مسئلہ ختم نبوت پر عربی میں گفتگو شروع کی تھی اور آپ بچوں کی طرح اُن کا منہ دیکھ رہے تھے۔ اور دل ہی دل میں ان کی علمیت کا اعتراف کر رہے تھے، جس کا بعد میں ذکر آئے گا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب مولانا صاحب نے آپ سے ختم نبوت کے متعلق سوال کیا تو آپ اُس سوال کا جواب نہیں دے سکے تھے۔

آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے مولانا

ابو العطاء صاحب کی ہی دو تحریر کردہ کُتب جو بہائیت کے متعلق تھیں جن میں سے ایک کا نام "بہائیت پر پانچ مقالے" تھا پڑھی تھیں اور ان کتب کو علم سے بھر پور پایا کہ آپ نے یہ کتابیں مجھے واپس دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

۲۔ آگے آپ لکھتے ہیں کہ "سیالکوٹ کے اُن میرزائی لڑکوں نے یہ بھی بتلایا کہ جب انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے مناظر ہو کر ایک معمولی طالب علم کو لاجواب نہیں کر سکے جس کے متعلق آپ کا خیال تھا کہ وہ پانچ منٹ سے زیادہ عرصہ آپ سے گفتگو نہیں کر سکے گا۔ تو آپ نے فرمایا تھا مجھے افسوس ہے کہ میں نے اُس لڑکے کو سمجھنے میں غلطی کی اور اسی وجہ سے کوئی خاص تیاری نہ کر سکا وگرنہ اُس کا بات کرنا دو بھر کر دیتا۔"

ظہیر صاحب! کاش آپ کو منبرِ رسول ؐ کا خیال آیا ہوتا جہاں پر آپ سچ بولنے کی تلقین کرتے ہیں اور خود جھوٹ لکھتے ہوئے بھی پشیمانی محسوس نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا تحریر جو آپ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے متعلق منسوب کی ہے وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے یا میرے کسی ساتھی نے بھی آپ سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس میں مولانا ابو العطاء صاحب کی شکست اور آپ کی برتری کا ذکر ہو۔ بلکہ آپ نے خود یہ کہا تھا کہ "مولانا ابو العطاء صاحب سے بات کرنے سے میری سفر کی تمام تھکان دُور ہو گئی ہے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے واقعی ایک عالم دین سے بات کی ہے۔"

آپ تو عالم دین کا لیبل لگائے ہوئے ہیں اور یہ بھی نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کو غرور سے کتنی نفرت ہے۔ آپ کے آباء میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی مغروریت میں آکر حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو کہا تھا "میں نے ہی اسے اٹھایا تھا اور میں ہی اسے گراؤں گا۔" آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا اور کس قبرستان نے اُن کو جگہ دی۔

براہِ مہربانی آپ میری اس تحریر کا بُرا محسوس نہ کریں۔ ہاں یہ تو درست ہے کہ سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔ آپ نے جولائی کا شمارہ الفرقان بھی ضرور پڑھا ہوگا۔ اُس میں آپ کا چیلنج قبول کر لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ اب کوئی راہِ فرار تلاش نہیں کریں گے۔ میں اس کی ایک کاپی الفرقان کو بھی بھیج رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو سچ بولنے کی توفیق دے۔ آمین +

الفرقان کے معاونین خاص

اس ماہ سے الفرقان کا سالانہ چندہ معاونت روپے سالانہ ہو گیا ہے۔ معاونین خاص چالیس روپے ارسال فرمائیں گے۔ انہیں پانچ سال تک رسالہ بھی ملتا رہیگا اور سال میں ایک مرتبہ دعا کی تحریک کی فہرست میں انکا نام شائع بھی ہوگا۔

(مینیجر)

مساجد کے لئے خدائی غیرت کا کرشمہ

مدیر اہلحدیث نے اپنے اداریہ "اُمّتِ مرزائیہ اور اہل حدیث" میں دیگر اشتعال انگیزیوں کے علاوہ جماعت احمدیہ کی مساجد کے متعلق بھی لکھا تھا کہ :۔

> "جب بھی اس دیس میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہوئی انہیں مسمار کر دیا جائے گا۔"

ہم نے درد بھرے دل کے ساتھ اِن الفاظ کو "تاریخ میں محفوظ کرنے کے لئے" بہرہ شذرات میں درج کر دیا تھا۔ (الفرقان جولائی سنہ ء صلا)
لوگ کہتے ہیں خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ خدائے ذوالجلال نے مندرجہ بالا الفاظ کہنے والے متکبر انسان کو کتنی جلدی گرفت میں لے لیا اور اپنے وعدہ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کو کس طرح پورا کیا۔ اس کا اندازہ ہمارے قارئین کرام مندرجہ ذیل تین اقتباسات سے کرسکتے ہیں آئندہ جو ہونے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(۱)

اہلحدیثوں کا نمائندہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور لکھتا ہے :۔

"گزشتہ ہفتے کے مقامی روزناموں اور کچھ ہفت روزہ اخباروں میں یہ سنسنی خیز خبر شائع ہوئی کہ گوالمنڈی میں ریلوے روڈ پر مورخہ ۱۹ راگست کو ایک نوجوان قاتل نے حافظ احسان الٰہی ظہیر جن کو جمعیت اہلحدیث کا ممتاز راہنما ظاہر کیا گیا ہے چھرے سے قاتلانہ حملہ کر دیا۔"

آگے لکھا ہے :۔

"اصل واقعہ جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حاجی محمد اسحاق حنیف کے پڑوس میں چند قدم کے فاصلہ پر ایک دکان ممتاز میڈیکل سٹور پر حافظ احسان الٰہی ظہیر آتے جاتے رہتے تھے۔ چونکہ جن نزاعات کے دوران حاجی [illegible] صاحب مقتول پائے گئے تھے ان کا مرکزی کردار حافظ احسان الٰہی ظہیر تھے [illegible] بعض اطلاعات' واقعات اور قرائن کی بنا پر ۔۔۔ مثلاً وہ دھمکیاں جو حافظ احسان الٰہی حاجی صاحب کے بارے [illegible] دیتے رہے ۔۔۔ حاجی صاحب کے لڑکوں [illegible] بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کو یہ شبہ [illegible] کہ حافظ احسان الٰہی مذکور کا بھی حاجی [illegible] کے قتل میں دخل

ہے۔ اسی وجہ سے خالد شجاع کو اپنے پڑوس میں حافظ احسان الٰہی ظہیر کی آمد و رفت ناگوار گزری۔ چنانچہ مبینہ تاریخ کو جب حافظ احسان الٰہی ظہیر حسب عادت اس دکان پر گئے تو خالد صاحب نے ترش لہجے میں اپنی ناگواری کا اظہار کیا حافظ صاحب نے بھی تیز جواب دیا۔ تلخی زیادہ بڑھ رہی تھی کہ مالک دکان نے خالد شجاع کو سمجھا بجھا کر گھر بھیج دیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس دکان پر نہیں آئے۔

یہ ہے اصل واقعہ جس کو حافظ احسان الٰہی ظہیر نے قاتلانہ حملہ کے طور پر خود کو جمعیت اہلحدیث کا راہنما ظاہر کر کے اس کو بھی اپنی شہرت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی ہے۔"

(الاعتصام لاہور ۱۱ ستمبر سنہ ۷۰ء)

(۲)

ہفت روزہ شہاب (لاہور) نے لکھا ہے کہ:۔

"خالد حنیف مولوی احسان الٰہی کو اپنے والد حاجی اسحٰق حنیف مرحوم کا قاتل سمجھتا ہے اسلئے وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا۔

ان حلقوں کے مطابق مرحوم حاجی محمد اسحٰق حنیف جو جمعیت اہلحدیث کے ممتاز راہنما تھے اور جن کے قتل کا معمہ ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود پولیس سے حل نہیں ہو سکا قتل سے ایک دو ماہ پہلے جمعیت اہل حدیث سے نکال دیئے گئے تھے۔ اس اخراج کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے اور احسان الٰہی ظہیر کے درمیان سخت اختلافات تھے اور مرحوم جو جمعیت کے ناظم نشر و اشاعت تھے "الاعتصام" کی غلط پالیسی اور دل آزارانہ تحریروں کے باعث اکثر ایڈیٹر احسان الٰہی ظہیر سے جواب طلبی کرتے تھے۔ ظہیر صاحب اسے اپنی توہین سمجھتے اور انہیں اس بازپرس کا مجاز ماننے سے انکاری تھے۔ اس پر حاجی صاحب مرحوم نے مولانا عطاء اللہ حنیف کی مدد سے "الاعتصام" پر قبضہ کر لیا اور احسان الٰہی ظہیر کو ادارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ مولوی احسان نے جمعیت کے امیر اور اپنے خسر مولانا حافظ محمد گوندلوی سے کہہ کر حاجی اسحٰق حنیف کو ایک چارج شیٹ دلا کر بالآخر جماعت سے نکلوا دیا۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا حافظ محمد اس کام کے لئے تیار نہیں تھے اور وہ جمعیت کے ایک بانی کو جمعیت سے نکالتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے مگر ان کے داماد مولوی احسان ظہیر نے انہیں دھمکی دی کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں آپ کی لڑکی کو طلاق دے دوں گا۔ جمعیت سے اخراج

کے وقت مرحوم حاجی صاحب پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ سوشلسٹ ہیں اور سُودی کاروبار کرتے ہیں۔

جمعیت سے حاجی صاحب کا اخراج ہوا تو اہلحدیث کے سمجھ دار طبقے میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے امیر جمعیت کے اس اقدام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ آخر جمعیت کے بزرگ اور جہاندیدہ رہنما شیخ محمد اشرف کی مداخلت سے مرحوم حاجی صاحب کو جمعیت میں واپس لینے کا فیصلہ کر لیا گیا مگر چند دنوں کے بعد حاجی صاحب انتہائی پُر اسرار حالات میں قتل کر دیئے گئے اور پولیس قاتلوں کا تا حال سراغ نہیں لگا سکی۔ مرحوم حاجی صاحب کے صاحبزادے مسٹر خالد حنیف کو یہ شک ہے کہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر مدظلہ اس کے والد کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔"

(ہفت روزہ شہاب ۱۰ ستمبر سنہ ۷۰ء)

—— (۳) ——

روزنامہ مساوات لاہور نے "یہی شیخ حرم ہے ...." کے زیر عنوان اپنے سٹاف رپورٹر کی حسب ذیل خبر شائع کی ہے:-

"علامہ احسان الٰہی ظہیر، خطیب مسجد چینیاں والی و ممتاز راہنما جمعیت اہل حدیث کے خلاف مسجد کا ٹیپ ریکارڈ بیچ کر رقم خورد برد کرنے کا الزام ہے۔ مسجد کی مجلس منتظمہ جس میں مشہور ناشر شیخ محمد اشرف اور میاں عبدالمجید وغیرہ شامل ہیں اس سلسلے میں انکوائری کر رہی ہے۔"

(روزنامہ مساوات ۹ ستمبر سنہ ۷۰ء)

الفرقان:- ہم ان اقتباسات کو بھی تاریخ میں محفوظ کرنے کے لئے شائع کر رہے ہیں۔

وما علینا الّا البلاغ المبین

علماءِ دُنیا پرست کی حالت اور انکی مثال

جناب ابو الکلام آزاد نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں علماء کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے، لیکن علمائے دُنیا دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کُتّوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن اُدھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور اِدھر اُن کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال اِن سگانِ دُنیا کا ہے۔ ساری باتوں میں متفق ہو سکتے ہیں لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سامنے پڑی ہو، وہاں پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ اِن کا سرمایۂ ناز علمِ حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سُبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے۔"

(ماہنامہ زندگی لاہور ستمبر سنہ ۷۰ء صفحہ ۱)

میرے بیٹے عزیز عطاء المجیب راشد کی بطور مبلغ انگلستان روانگی

ان کا ہر لمحہ نگہبان و محافظ ہو خدا

میرے رب کریم کی کتنی ذرہ نوازی ہے کہ اسکے اذن سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے میرے فرزند عزیز عطاء المجیب راشد سلمہ اللہ کو بطور مبلغ انگلستان لندن روانہ فرمایا۔ حضور نے ۲ر ستمبر کو نماز فجر کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا شرف عطا فرماتے ہوئے اسے فی امانِ اللہ کہا۔ عزیز موصوف کو ۳ر ستمبر کی صبح میں نے کراچی سے احباب جماعت کے ساتھ اجتماعی دعا کے بعد الوداع کہا اور اسی روز شام کو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت لندن پہنچ گیا فالحمد للہ۔

اپنے دردمند بھائیوں اور بہنوں سے میری التجا ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے مقبول خدمتِ دین کی توفیق بخشے آمین۔

عزیز مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ فجی نے اپنے فجی جانے سے پہلے یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو مندرجہ ذیل دعائیہ نظم ایک تقریب میں پڑھی تھی۔ جزاہ اللہ خیراً ——— (ابو العطاء)

سیدھے سادے سے مسلمان ہیں راشد صاحب
دینِ اسلام پہ قربان ہیں راشد صاحب

کفر کے واسطے طوفان ہیں راشد صاحب
احمدیت کے پہلوان ہیں راشد صاحب

قاصدِ مہدیٔ دوران ہیں راشد صاحب
صدق و ایمان کی اک کان ہیں راشد صاحب

ان کے کردار و عمل سے یہی ہوتا ہے عیاں
واقعی کام کے انسان ہیں راشد صاحب

جس نے تشحیذ کا معیار کیا اتنا بلند
وہ صحافی وہ زباں دان ہیں راشد صاحب

چیف ایڈیٹر تشحیذ ہیں اک عرصہ سے
نائب ایڈیٹر فرقان ہیں راشد صاحب

نامور باپ کے ہر گام پہ ہے ان کا قدم
شائقِ خدمتِ قرآن ہیں راشد صاحب

مولوی فاضل و شاہد بھی ہیں اور ایم اے بھی
لاجرم غازیٔ رحمان ہیں راشد صاحب

باپ کی آنکھ کی ٹھنڈک کے ہوئے ہیں موجب
گویا عکسِ مہِ کنعان ہیں راشد صاحب

دین کی ترویج کی خاطر چلے ہیں انگلستان
کتنے اللہ کے احسان ہیں راشد صاحب

فتح و نصرت بھلا چومے گی نہ کیوں انکے قدم
ناصرِ دین کے دربان ہیں راشد صاحب

اڑنا سیکھیں گے مسیحا کے پرندے جن سے
وہ مربی وہ نگہبان ہیں راشد صاحب

ہو مبارک تمہیں اے تشنہ لبانِ انگلینڈ
ساقیٔ بادۂ عرفان ہیں راشد صاحب

آئیے مل کے کریں ان کے لئے ہم یہ دعا
ان کا ہر لمحہ نگہبان و محافظ ہو خدا

شیزان

گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے

Peach Jam

HOT KETCHUP

Plum Jam

شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور

Monthly AL-FURQAN Rabwah

Editor : ABUL ATA JALLANDHARI

September 1970 | Tabuk 1349 | Regd. No. L 5708

دو عدالتی فیصلے

(۱) سول جج لائل پور کا فیصلہ :

جناب چوہدری محمد علی صاحب سول جج لائل پور نے بمقدمہ مسماۃ نذیراں بنام محمود احمد راجپوت میں مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو فیصلہ دیا کہ :

(الف) ” احمدیت کوئی الگ مذہب نہیں ہے۔

احمدی خود مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں ۔ “

(ب) ”ہر شخص جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت میں یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو ۔ احمدی واضح طور پر توحید باری تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں اور جو شخص فرقہ احمدیہ میں شامل ہوجائے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل کرلیا ہے ۔ “

(۲) ڈسٹرکٹ جج لائل پور کا فیصلہ :

جناب شیخ عبدالمجید صاحب اصغر ڈسٹرکٹ جج لائل پور نے اسی مقدمہ کی اپیل ہونے پر اپنے فیصلہ مورخہ ۵ مئی ۱۹۵۱ء میں تحریر فرمایا کہ :—

”اس بارہ میں بعض علماء کے خیالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہائیکورٹیں وقتاً بعد وقت یہ فیصلہ دے چکی ہیں کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ بعض امور میں عقائد کے متعلق اہم اختلافات ہونے کے باوجود ہم کسی طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں کہہ سکتے ۔ “

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.